رجسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ - تبلیغ
فون - ۵۲۷۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید
دپائے محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم افتاد
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا
الہاماتِ حضرت مسیح موعود

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے تیس روپے
بیرونی ممالک سے دو پونڈ (علاوہ محصول ڈاک)

جلد: ۷۱ { بروز چہار شنبہ ۲۲/۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۸۳ء/۴ جنوری ۱۹۸۴ء { شمارہ ۵۲/۱

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

اللہ کریم وتبارک کے فضل وکرم سے احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا انہتروان جلسہ منعقدہ ۲۲ تا ۲۵ دسمبر ۱۹۸۳ء دار السلام میں بخیر وخوبی انجام پذیر ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک، ان چار ایام میں شب وروز اور شام وسحر نصرت الہٰی کے غیر معمولی نظارے دیکھنے میں آئے جو جلسہ میں شرکت کرنیوالوں کے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی ان عنایات بے غایات پر ہمارے سر ایک بار پھر اس کے آستانہ پر جھک جاتے ہیں۔ روز افزوں گرانی، سفر کی صعوبتوں اور نامساعد حالات کے باوجود ہمارے بھائی بہنیں اور عزیز دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے حضرت بانیٔ سلسلہ کے ارشاد کی تعمیل میں اپنے گھروں کے آرام وآسائشوں کو خیر باد کہہ کر اس خالصتہً دینی اجتماع میں شریک ہوئے۔ خداوند کریم ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ آمین!

جن خوش قسمت بھائیوں، بہنوں اور عزیزوں نے اس جلسہ میں شمولیت کی انہوں نے مشاہدہ کیا کہ اس اجتماع میں تقریروں اور خطبوں کا مقصد قرآن کریم کی عظمت، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت، اور دینِ اسلام کی عظمت کا دلوں پر نقش کرنا تھا۔ انہی مبارک ایّام میں اشاعت وتبلیغ اسلام اور خدائے ذوالجلال کے آخری پیغام قرآن کریم کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کی تدابیر اور وسائل پر غور کیا گیا۔ نصرت وغلبۂ اسلام کے لئے نہایت عجز والحاح سے اجتماعی دعائیں بھی کی گئیں۔

بفضل تعالےٰ اس سال پہلے کی نسبت حاضری زیادہ تھی۔ اندرون ملک دور دراز سے آنے والوں کے علاوہ امریکہ، انگلستان، سرینام، فجی اور کشمیر سے بھی احباب آئے۔ قرآن کریم کے ہسپانوی ترجمہ وتفسیر کا مسودہ بھی جلسہ سالانہ میں پیش کیا گیا۔ مترجمین نے ارکینِ انجمن کے نام ایک مکتوب بھی بھیجا تھا اور خواہش ظاہر کی تھی کہ یہ خط سالانہ جلسہ کے موقع پر مجمع عام میں پڑھ کر سنایا جائے۔ چنانچہ یہ خط اور اس کا اردو ترجمہ پڑھ کر سنایا گیا۔ خط سے عیاں تھا کہ اسلام کی عظمت نے مترجمین کے دلوں میں گھر کر لیا ہے اور انشاء اللہ وہ جلد ہی آغوشِ اسلام میں آجائیں گے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی اپیل پر احباب نے دل کھول کر عطیات دیئے خواتین نے بھی بھائیوں کے شانہ بشانہ لبیک کہا۔ امسال عطیات پچھلے سال کی نسبت چار گنا کے قریب تھے، احباب نے بطیب خاطر اپنے ماہوار چندوں میں بھی اضافہ کرنے کا وعدہ کیا۔

ایسا نظر آتا ہے کہ اس خدائے برتر وتوانا نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ مامورِ زمانہ کی جماعت کے افراد کے دلوں میں تحریک کی ہے وہ اس جلسہ میں نہ صرف کثرت سے شریک ہوں بلکہ خدا کی راہ میں بڑھ چڑھ کر مالی قربانی بھی پیش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے مامور بانیٔ سلسلہ کے بتائے ہوئے راستہ پہ زیادہ مستعدی اور استقامت سے چلتے رہیں تاکہ برکاتِ سماویہ اور رحمتِ الہٰیہ سے زیادہ سے زیادہ حصہ پانے والے ہوں۔ آمین! ثم آمین!

جنرل سیکرٹری، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، پاکستان

جالینوس کے قلم سے

شجرۂ طیبہ اور شجرۂ خبیثہ

★ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسان کے لئے دو راستوں کا بہت تکرار سے ذکر فرمایا ہے۔ اچھائی کا راستہ اور برائی کا راستہ۔ اور اس کے ساتھ ہی انسان کی بہت سی اقسام کا ذکر فرمایا ہے مگر تمام بنی نوع انسان سب کے سب مل ملا کر دو قسموں میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ اول وہ جو نیکی کی راہ پر گامزن ہو جاتے ہیں اور دوم وہ جو نیکی کی راہ سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے مخالف راہ کو اپناتے ہیں۔

★ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو انسان اس جہان فانی اور چند روزہ زندگی میں قدم رکھتا ہے وہ اکیلا تو زندگی نہیں گذار سکتا۔ اسے کسی نہ کسی معاشرے کا فرد ہو کر رہنا پڑتا ہے وہ چاہے یا نہ چاہے۔ ارادتاً یا غیر ارادی طور پر وہ مجبور ہے کہ کسی اجتماع کا فرد بن کر وقت گذارے۔ خواہ یہ اجتماع چھوٹے پیمانے پر ایک خاندان یا قبیلہ ہو یا بڑے پیمانے پر کوئی ملک یا امت اور جماعت ہو یا تمام عالم انسانیت ہو

★ اللہ تعالےٰ نے انسان کو حیوانوں سے اس لئے فضیلت دی ہے کہ اسے عقل سلیم عطا فرمائی ہے۔ اور اسی عقل سلیم کی بنیاد پر وہ اپنے اعمال اور افعال کا جوابدہ ہے جب کہ اس کے برعکس حیوانات اپنے اعمال کے جوابدہ نہیں ہیں اور یہ احسان محض اللہ تعالےٰ نے اس لئے فرمایا ہے کہ۔

تمیز الخبیث من الطیّب

کہ وہ برے اور بھلے میں فرق کر سکے۔ روشنی اور اندھیرے کو پہچان سکے دن اور رات کی تمیز کر سکے۔ سیاہ و سفید کے فرق کو سمجھ سکے اس لئے عقل سلیم عطا کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ انا ھدینٰہ السبیل اما شاکراً واما کفوراً

کہ ہم نے انسان کو اچھے اور برے میں تمیز کرنے کے لئے عقل سلیم عطا کر کے اس کے سامنے اچھے اور برے راستے واضح کر کے بیان کر دیئے ہیں اب یہ اس کا کام ہے کہ وہ خدا کی اس نعمت سے پورا پورا فائدہ اٹھاتا ہے یا ناشکری کا رنگ دکھاتا ہے۔

★ جس معاشرہ میں انسان زندگی گذارتا ہے ضرور اس سے کچھ نہ کچھ حاصل کرتا اور کچھ نہ کچھ اس کو دیتا ہے۔ اور یہ ایک ازلی ابدی حقیقت ہے کہ انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ اگر وہ نیکی کرتا ہے تو یقیناً اسکو اس گنبد سے وہی صدا آئے گی اور اگر کسی سے بدی کرتا ہے تو لازم ہے کہ وہ دن آئے کہ اس سے بھی لوگ برائی کریں۔

★ ہمارے روزمرہ کا مشاہدہ ہمیں بتاتا ہے کہ جو لوگ حصول مال و زر کے پیچھے لگے ہوئے ہیں وہ دن رات اس دھن میں رہتے ہیں کہ ان کی تمام تر قوتیں اس کام کے پیچھے لگ جاتی ہیں۔ جو لوگ علم کے حصول کے لئے مساعی کرتے ہیں وہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت حصول علم میں گذارتے ہیں۔ کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنی منزل کو پا سکیں اور جو لوگ حق و صداقت کے لئے جہاد میں مصروف ہیں اور چاہتے ہیں کہ حق کا علم بلند کرنے کے لئے اپنی تمام تر قوتوں کو خرچ کریں انہیں دن رات یہی لگن رہتی ہے کہ کوئی فریاد کرے تو ہم اس کی مدد کو پہنچیں۔ کوئی مظلوم ہو تو اسے ظالم سے بچائیں۔ کوئی بھوکا ہو تو ہم اسے کھانا کھلائیں۔ کوئی ننگا ملے تو ہم اسے کپڑے پہنائیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور جو لوگ صرف اپنے نفس کے لئے جیتے ہیں انہیں اپنے آپ کے سوا دوسرا نظر ہی نہیں آتا۔ انہیں اس دنیا سے اپنی خواہشات کی تجوریاں بھرنے کا ہر دم خیال غالب رہتا ہے وہ خواہشات انسانی اور شہوات نفسانی کے پیچھے اس طرح ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہیں کہ انہیں اور کسی چیز کا خیال بھول کر بھی نہیں آتا۔ ان کا جینا اور مرنا، ان کا اوڑھنا اور بچھونا صرف ان کا اپنا نفس ہوتا ہے۔

★ یہ امر بھی روزانہ ہمارے مشاہدہ میں آتا ہے کہ جو چیز انسان اپنے نفس کے لئے اس دنیا سے حاصل کرتا ہے اول تو وہ کم ہوتی چلی جاتی ہے اور اس کو ہر دم زوال آتا رہتا ہے۔ خواہ وہ مالی برتری ہو، دنیاوی جاہ و جلال ہو یا بادشاہت ہو۔ لحظہ بلحظہ گھٹتی چلی جاتی ہے۔ اور اکثر تو اس کے اثرات کبھی باقی نہیں رہتے بعض دفعہ تو ان کا ذکر تک بھی باقی نہیں رہتا۔ اور اگر باقی رہتا ہے تو نیک ذکر اور نیک اعمال کی یاد اور اسکے اچھے ثمرات اور نتائج حسنہ کہ یہی باقی رہنے والی چیزیں ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

"والباقیات الصالحات خیرٌ عند ربک ثواباً وخیراملاً"

★ اچھے اعمال اچھے ثمرات لاتے ہیں۔ نہ صرف کرنے والے کے لئے بلکہ اگر کسی اجتماع میں کوئی ایک فرد اچھے اعمال بجا لاتا ہے تو اس کے ثمرات سارا قبیلہ ساری جماعت یا سارا ملک حاصل کرتا ہے۔ اور ان اعمالِ صالحہ کا اثر صدیوں تک جاتا ہے۔ اور نسل در نسل لوگ اس کے اچھے پھل کھاتے رہتے ہیں اس کی معمولی مثال یہ ہے کہ ایک انسان کسی بنجر اور بے آباد علاقہ میں پانی کی نہر لا کر اس علاقہ کو سیراب کرتا ہے تو وہ انسان تو اس جہان سے چلا جائے گا مگر اس کے ایک نیک عمل کے ثمرات تو نسلوں تک کے لئے قائم رہیں گے۔ ایسے صدقاتِ جاریہ خواہ وہ سرائے ہو، کنواں ہو، لنگر ہو۔ ہسپتال ہو، غریبوں کے لئے وظائف ہوں سکول و کالج ہوں۔ ان کے ثمرات قیامت تک قائم رہتے ہیں۔ اسے قرآن کریم نے کلمہ طیبہ قرار دیا ہے اور اس کی شان میں فرمایا ہے:۔

ترجمہ:۔ "اچھی بات ایک پاکیزہ درخت کی مانند ہے اس کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان کی بلندیوں میں ہوتی ہیں اور وہ درخت اپنے پھل اور پھول اپنے رب کے حکم سے ہر وقت اپنے ثمرات دیتا رہتا ہے۔"

از قلم: مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درسِ قرآن — سبق ۵۲

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الٓمّٓ ۞ اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۞ نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ ۞ مِنْ قَبْلُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۞ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ۞

(آل عمران۔ آیات ۱ تا ۴)

ترجمہ:۔ "میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں۔ اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ حیّ و قیوم ہے۔ اس نے تجھ پر حق کے ساتھ کتاب اتاری اس کی تصدیق کرتی ہوئی جو اس سے پہلے ہے، اور تورات اور انجیل کو، پہلے لوگوں کو راہ دکھانے کے لئے نازل کیا، اور فرقان کو اتارا۔ وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اُن کے لئے سخت عذاب ہے۔ اور اللہ غالب ہے، سزا دینے والا ہے۔"

یہ سورۃ آلِ عمران کی ابتدائی چار آیات ہیں۔ عمران حضرت موسےٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے والد کا نام تھا۔ ان دونوں نبیوں کی اولاد کا (جو ہزاروں سالوں پر پھیلی ہوئی تھی) ایک لفظ آلِ عمران میں کس خوبی سے قرآن کریم نے مختصر ترین مگر جامع نام رکھا ہے۔ یہی اصل فصاحت و بلاغت ہے یعنے سادہ اور مختصر ترین الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معنی اور مفہوم کو ادا کرنا نہ کہ ایک معنی اور مفہوم کے لئے زیادہ سے زیادہ اور ثقیل ترین الفاظ کو جو ہم قافیہ یا ہم آواز ہوں فر فر ادا کرنا تاکہ سامعین پر مقرر کے علم و فضل کا غلط تاثر پیدا ہو جو کہ فصاحت و بلاغت کا عام غلط تصور ہے۔ اگر اس سے پہلی سورت میں بنی اسرائیل قوم کا ذکر تھا کہ وہ کس طرح بگڑ گئی تو سورۃ آل عمران میں اس سلسلہ نبوت کا جو حضرت موسےٰؑ اور حضرت ہارونؑ سے شروع ہوا اور حضرت عیسےٰؑ پر ختم ہوا ذکر ہے کہ اس سے کیوں نبوت لے کر ان کے بھائیوں یعنے بنی اسماعیل کو دی گئی۔ آلِ عمران کے آخری نبی حضرت عیسےٰؑ کے واقعات کا ذکر آئے گا کہ ان کا کس طرح بات کا بتنگڑ بنا کر عیسائیت کے غلط عقائد اور حضرت عیسےٰؑ کی خدائی کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ تو ان کے ماننے والوں نے کیا۔ اور اُن کے نہ ماننے والے یہودی قوم خصوصاً اُن کے علماء کی اتنی بُری حالت تھی کہ چودہ سو سال جو حضرت موسےٰؑ اور حضرت عیسےٰؑ کے درمیان گذرے۔ اس عرصہ دراز میں کئی سو (بلکہ بقول تورات کے کئی ہزار)

نبیوں کے بھیجنے کے باوجود وہ قابلِ اصلاح نہ تھے اور آزمائے ہوئے کو آزمانا عبث ہوتا ہے۔ اور حضرت عیسےٰؑ کو سُولی پر چڑھا کر یہود بہر حال مغضوب علیھم بن گئے۔ اس لئے اب وقت آ گیا تھا کہ حضرت موسیٰ کا مثیل نبی اُن کے بھائیوں یعنے بنی اسماعیل میں سے "برپا" کیا جائے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ نے خود پیشگوئی کی تھی۔ اور اب نبوت کو لے کر اوروں کو جو اس کا پھل بر وقت دیں وقت آ گیا تھا جیسا کہ اس سلسلہ کے آخری نبی حضرت عیسےٰؑ نے پیشگوئی کی۔

الٓمّٓ حروف مقطعات ہیں۔ یعنے ایسے حروف جو الگ الگ کر کے پڑھے جائیں اور ان میں سے ہر حرف کسی لفظ کا قائم مقام ہوتا ہے۔ یہ طریق تمام زبانوں میں ہے۔ قرآن مجید کے ان کو استعمال فرمانے سے قبل بھی عربی زبان میں ان کا استعمال تھا۔ اور آج تو یہ بہت عام ہو گیا ہے۔ دنیا بھر کی زبانوں میں۔ مثلاً بی۔ اے، ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی، A.I.O.K وغیرہ وغیرہ۔ قرآن کریم میں جو حروف مقطعات آتے ہیں ان کے معنے عام طور پر نہیں کئے جاتے۔ اس کی وجہ کوئی تو یہ بتاتا ہے کہ ان کے معنی صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اگر انسان کو ان کے معنی بتانے ہی نہ تھے تو نعوذ باللہ انہیں قرآن حکیم میں رکھنے کا کیا فائدہ تھا؟ دراصل مفسرین اس سے گھبرائے کہ ابتدائی دور میں ان حروف مقطعات کے مختلف معنے کئے گئے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اختلاف امتی رحمۃ۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ان حروف کے معنی جو جس کو پسند ہوں وہ اختیار کر لے جس طرح کہ باقی قرآن پاک کے الفاظ کے معنی بھی مختلف کئے جاتے ہیں۔ لغت کی کتابوں میں قرآن کریم کے ایک، ایک لفظ کے لئے کئی، کئی معنے دیئے گئے ہیں۔ تفاسیر میں بھی بکثرت اختلاف ہوتا ہے تو حروف مقطعات کے مختلف معانی سے کیوں گھبرایا جائے؟

ایک اور توجیہہ جو میں نے ایک ترجمہ میں پڑھی وہ یہ تھی کہ یہ قرآن کے کاتبوں کے INITIALS ہیں یعنے اُن کے ناموں کے پہلے حروف! یہ کہنے والے صاحب نے یہ نہ سوچا کہ اس کی چوٹ کہاں جا کر پڑتی ہے اگر قرآن پاک کی عبارت میں نعوذ باللہ کاتبوں کے نام آ گئے ہیں تو پھر الہٰی وعدہ کہ ہم (یعنے اللہ تعالیٰ) اس قرآن کی حفاظت کریں گے کہاں باقی رہا؟ اور کیا امن رہا کہ نعوذ باللہ کاتبوں کے ناموں کے علاوہ اور کچھ بھی قرآن میں نہیں مل گیا؟ یہ بالکل غلط توجیہہ ہے۔ حروف مقطعات کے معنے خود صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں اور ابتدائے وحی سے حروف مقطعات قرآن پاک کے متن کی تلاوت میں نماز میں بھی پڑھے جاتے

تھے۔ اس لئے کاتبوں نے نعوذ باللہ لگا دیئے تھے تو حافظوں کو کیا ہوا تھا کہ وہ بھی پڑھتے تھے ؟

آلٓمٓ کے معنی رئیس المفسرین حضرت ابن عباس نے اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ (میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں) کئے ہیں اور وہ بہت اعلیٰ ہیں۔ پہلے لفظ اَنَا کا پہلا حرف الف لے لیا گیا، اور درمیانی لفظ اللہ کا درمیانی حرف لام اور آخری لفظ اعلم کا آخری حرف میم۔ یہی آلمٓ سورۃ بقرہ کے شروع میں بھی آتا ہے۔ اور وہاں اس کے یہی معنی "میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں" لیتے ہوئے میں نے بتایا تھا کہ کیا اعلیٰ جوڑ ہے اگلی عبارت سے کہ یہ کتاب جس میں کوئی شک شبہ نہیں متقیوں کے لئے ہدایت ہے، کیونکہ ہدایت اس سے لی جاتی ہے جو زیادہ علم رکھتا ہو۔ مثلاً مریض ہدایات ڈاکٹر سے لیتا ہے کیونکہ ڈاکٹر زیادہ اور بہتر علم رکھتا ہے۔ اور خود ڈاکٹر اگر اسے بھی ہدایت لینی ہو تو اس مرض کے سپیشلسٹ یعنے ماہر کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے بڑھ کر کون کامل علم رکھتا ہے کہ اس نے کس مقصد کے لئے انسان کو پیدا کیا ہے اور کس راستہ پر چل کر وہ اپنے مقصد حیات کو پاسکتا ہے ؟

سورۃ آل عمران کے شروع میں آلمٓ کے وہی معنی ہیں "میں ہوں اللہ کامل علم رکھنے والا" مگر یہاں مفہوم کچھ اور ہے اور وہ بھی نہایت اعلیٰ ہے۔ اس سورت میں ظاہر اور باطن کے علم کا ذکر آئے گا۔ ماضی حال اور مستقبل کے واقعات کا علم دیا جائیگا، قرآن حکیم کو سمجھنے کا علم دیا جائے گا، وغیرہ وغیرہ۔ تو ان علوم کا کامل جاننے والا اللہ تعالےٰ کے سوا کون ہوسکتا ہے ؟ اس لئے فرمایا کہ جس طرح تم اور معاملات میں بہتر علم رکھنے والے کی بات کو اتنا مانتے ہو کہ زہریلی دوائیں کھا کر یا آپریشن کرا کے اپنی جان تک کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتے حالانکہ وہ ڈاکٹر صرف تم سے بہتر علم رکھتا ہے مگر کامل علم رکھنے کا خود بھی دعویدار نہیں ہوتا تو اللہ تعالےٰ کی ہدایت کو جو واحد ذات ہے جو ہر قسم کے علوم کا کامل و مکمل علم رکھتا ہے کیوں نہیں مانتے ؟

اللّٰہ لا اِلٰـہ الّا ھو۔ لفظ اِلٰـہ کے معنی عام طور پر "معبود" کئے جاتے ہیں یعنے وہ جس کی فرمانبرداری کی جائے۔ مگر اس لفظ کے اندر اور بھی مفہوم ہیں یعنے معبود کے علاوہ محبوب، مقصود و مطلوب کے بھی۔ فرمایا کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالےٰ کے قوانین میں جکڑی ہوئی اس کی فرمانبرداری کرتی ہے۔ (یہ حقیقت آج سے چودہ سو سال پہلے اُس وقت کے سائنسدانوں تک کو معلوم نہ تھی جو کہ اس اُمّی صلعم کی زبان سے دنیا کو بتائی گئی) مگر انسان کو عقل دے کر جو دوسری کسی مخلوق کو نہیں دی گئی آزاد چھوڑا گیا پر کہا گیا کہ اپنی عقل سے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید کو پہچانو بلکہ اپنے پیدا کرنے والے کی اسی طرح مکمل فرمانبرداری کرو جس طرح کہ تمام مخلوق کرتی ہے اور یوں اپنے خالق کی ربوبیت سے فائدہ اٹھاتی ہے، تاکہ تم بھی اس کی ربوبیت سے نہ صرف فائدہ اٹھاؤ بلکہ اپنی مرضی سے ایسا کرنے کی وجہ سے دنیا اور آخرت کے اجر کے وارث بنو۔ نیکی اور اخلاق فاضلہ تبھی پیدا ہوتے ہیں جب اپنی مرضی سے کئے جائیں نہ کہ مجبوری کی فرمانبرداری سے جس طرح کہ مثلاً حیوان کرتے ہیں مگر اس سے نہ ان میں نیکی پیدا ہوتی ہے نہ وہ اخلاقی اور روحانی ترقیات کر سکتے ہیں۔ فرمانبرداری کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے حسن (صفات الٰہیہ) اور احسان (اُن صفات کے ہر دم فیض) سے تمہارے دل میں اللہ تعالےٰ کی محبت بھی پیدا ہونی چاہیئے۔ جو فرمانبرداری محبت اور چاہت سے کی جائے اس کا سب سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے اور جو بچی سمجھ کر کی جائے اس کا وہ فائدہ نہیں ہوتا۔ لفظ اِلٰـہ میں تیسرا مفہوم ہے مقصود و مطلوب کا یعنے اللہ تعالےٰ کو پانا انسان کی پیدائش کا مقصد ہے۔ اور اس کے لئے اس کی محبت سے فرمانبرداری کرتے ہوئے اس کی صفات کو زیادہ سے زیادہ اپنے اندر پیدا کر کے اس قرب میں دن رات بڑھتے ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ اپنے قرب میں انہی کو جگہ دے گا جو اس کی صفات اور خوبیوں میں رنگین ہوں۔

اللّٰہ لا الٰـہ الّا ھو میں یہ مضمون بھی مذکور ہے کہ چونکہ وہ احد ہے اس لئے اس نے ہمیشہ اپنی توحید کو اپنے نبیوں اور کتابوں کے ذریعہ انسانوں کو بتایا اور اس کے سوا جو جھوٹے معبود ہیں وہ انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور جو اُن کی فرمانبرداری کرے گا یا ان کی طلب میں زندگی کو گنوائے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ آگے اللہ تعالےٰ کی صفات حیّ و قیوم کا ذکر ہے۔ ان کی تشریح تو میں ابھی کروں گا مگر اُن صفات کا ثبوت وہ ہے جو اگلے الفاظ نزل علیک الکتٰب بالحق میں مذکور ہے کہ وہ اپنی توحید کو جو حق ہے ہمیشہ کے لئے (اس کتاب کو نازل فرما کر اور اس کی حفاظت فرما کر) زندہ اور قائم رکھے گا۔ اور یہی ہوا۔

الحیّ: جو ہمیشہ سے زندہ تھا اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ الف لام لگا کر حیّ کے معنوں کو اللہ تعالےٰ سے خاص کر دیا کہ صرف وہی اس صفت کا (اپنے جامع معنوں میں) مالک ہے۔ الحیّ میں مزید معنی یہ ہیں کہ تمام زندگی اسی سے ہے یعنے اُس نے پیدا کی ہے۔ سائنس اس راز کو نہ کھول سکی کہ زندگی کس نے پیدا کی۔ اور اب تو سائنس یہ مانتی ہے کہ یہ کائنات اور جو کچھ اس میں ہے کبھی نیست تھا اور کبھی یہ سب کچھ ختم ہو جائیگا۔ کل من علیھا فانٍ ہ ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال و الاکرام ہ

القیّوم: جو اپنی ذات میں قائم ہے اور باقی سب کا اسی سے قیام ہے۔ اللہ اکبر کہ آج سائنس نے بھی کہا کہ یہ کائنات اسی لئے قائم ہے کہ کسی محیط عالمگیر قلب (یا بالفاظ دیگر ارادہ) میں قائم ہے۔ قرآن کریم اور رسول اللہ صلعم نے یہ بات چودہ سو سال پہلے بتا کر اپنے منجانب اللہ

ہونے کا ناقابل انکار ثبوت ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نہ صرف اپنی ذات میں بلکہ اپنی صفات میں منفرد ہے پھر ایک اور زبردست علم ان دو الفاظ الحی القیوم نے دے دیا۔ انسان کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے (تبھی تو دولت اور حکومت کے پجاری موت کے وقت کہتے ہیں کہ ہمارا سب کچھ لے لو مگر ہماری زندگی بچاؤ۔ اور زندگی ہو تو صحت کی ہو اور قیام یعنے زندگی کے سب سامان بھی میسر ہوں یہ تمام معانی لفظ قیام میں شامل ہیں۔ مگر اس دنیا میں نہ ہمیشہ کی زندگی، نہ ہمیشہ کی تندرستی۔ نہ تمام سامانِ قیام ملتے ہیں۔ اور جو کچھ ملتا ہے وہ موت پر ختم ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا کہ اگر ہمیشہ کی زندگی اور قیام چاہتے ہو تو اس ذات کی طرف آؤ جو الحی القیوم ہے۔ مگر وائے رے انسان کی بدقسمتی کہ اس نے ہمیشہ کی زندگی کا مقصود و مطلوب و محبوب دنیا کو اور دولت کو بنایا جو دونوں نہ تو ہمیشہ کی زندگی بخش سکتی ہیں، نہ ہمیشہ کی صحت و تندرستی نہ ہمیشہ کا سکون اور چین۔ اور انسان نے اگر کوئی خدا بنائے تو پتھر کے بت یا گائے یا اپنے جیسے انسان جو خود ان چیزوں کے محتاج تھے۔ خواہ وہ حضرت عیسیٰ ہوں یا مہاتما بدھ یا رامچندر جی یا کرشن مہاراج۔ اور جو خدائے واحد کی طرف بلانے کی تعلیم تمام الہامی کتابوں اور نبیوں نے دی تھی اس میں تحریف کر کے شرک کا جواز نکالا۔ نزل علیك الکتٰب بالحق اسی لئے قرآن اب فرماتا ہے کہ وہ حق جو کھو یا گیا تھا دنیا بھر سے اُسے اس کتاب کو نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے دنیا کی سب سے بڑی ضرورت کو پورا فرمایا ہے۔ بالحق کے معنی جہاں یہ ہیں کہ وہ حق جو دنیا سے کھو یا گیا تھا وہ اس قرآن نے دوبارہ دنیا میں قائم کیا بلکہ یہ کہ سب سے بڑی ضرورت تھی۔

اگلے الفاظ مصدقاً لما بین یدیہ عام ہیں کہ یہ کتاب اُن تمام الہامی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں۔ شروع قرآن میں ہی فرمایا والذین یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك۔ مسلمان نہ صرف اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی بلکہ ان تمام کتابوں پر جو قرآن سے پہلے نازل ہوئیں۔ قرآن بھی کیا حکیم کتاب ہے! دوسری کتابوں کا حالانکہ وہ پہلے نازل ہوئی تھیں ذکر قرآن کے بعد کیا اس لئے کہ ان کتابوں کی آج حالت ایسی خراب ہے، ان میں مسلّمہ غلطیاں خواہ وہ تاریخی ہوں خواہ علمی اب اس قدر داخل ہو گئی ہیں، ان کی تعلیم آج ایسی ناقص ہے، کہ ان کے ماننے والے ان کو چھوڑ کر دوسری جگہوں سے ہدایت لیتے ہیں الغرض ان کتابوں کو منجانب اللہ ماننا کسی عقلمند کے لئے ممکن نہ تھا اگر قرآن آ کر ان کے منجانب اللہ ہونے کی تصدیق نہ کرتا۔ جیسا کہ آج کی آیت میں بھی آیا کہ **مصدقاً لما بین یدیہ**۔ پھر کیا عجیب کتاب قرآن حکیم ہے! سب کتابوں کو منجانب اللہ فرما کر بھی توحید الٰہی پر زبردست دلیل دی کہ کوئی نہ کہتا ہے اور کوئی نہ کہہ سکتا ہے کہ ان کتابوں کو نازل کرنے والا خدائے واحد کے سوا کوئی اور تھا۔ پہلی الہامی کتابوں میں سے تورات اور انجیل کا اس جگہ خاص طور پر ذکر فرمایا۔ نہ صرف اس لئے کہ ان میں دوسری کتابوں سے زیادہ توحید کی تعلیم ملتی ہے بلکہ اس لیے بھی کہ یہ دونوں کتابیں سلسلہ موسوی جس کو اب بند کیا جا رہا ہے کی پہلی اور آخری کتابیں ہیں اور ان کے ذکر میں اس سلسلہ کی تمام کتابیں آ گئیں۔ تو فرمایا کہ نہ صرف سلسلہ موسوی کی تمام کتابیں بلکہ دوسری تمام الہامی کتابیں جو پہلے نازل ہوئیں وہ من قبل ھدًی للناس تھیں یعنے پہلے جب وہ نازل ہوئیں تو لوگوں کے لئے ہدایت تھیں مگر اب نہیں رہیں۔ کیونکہ یا تو وہ کتابیں بالکل ضائع ہو گئیں یا ان میں زبردست تحریف (جو مسلّمہ ہے) ہو کر حق کے ساتھ باطل مل گیا۔ انسان کیوں نہ قرآن کے صدقے جائے کہ اگلے الفاظ ہیں وانزل الفرقان۔ قرآن کو یہاں فرقان کہا کہ وہ حق اور باطل میں فرق کر کے دکھاتا ہے۔ پچھلی کتابوں میں کیا حق باقی رہا اور کیا باطل مل گیا اس کا پتہ قرآن دیتا ہے اور آئندہ کے لئے بھی حق اور باطل میں فرق کر کے یہی کتاب انسانوں کی ہدایت کر سکتی ہے نہ کہ پچھلی کتابیں۔ آخر میں فرمایا کہ اب جب کہ اللہ کی آیات آ گئیں جو حق اور باطل میں فرق نمایاں کر کے دکھاتی ہیں تو اب اگر لوگ ان کا انکار یا ناشکری کریں (لفظ کفر میں دونوں معنی ہیں) اور اپنی اپنی گمراہیوں میں مبتلا رہیں تو پھر ان کو سزا دے کر ان کی اصلاح کی جائے گی جس طرح ماں باپ جیسے خیر خواہ بھی اپنی اولاد کی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے امر پر اس لئے اگر لوگ پیار و محبت سے اس کا حکم نہ مانیں تو پھر وہ سزا دے کر انسان کی اصلاح کرتا ہے جس کے لئے اس دنیا کی سزا (اگر اس سے اصلاح نہ ہو) تو آخرت کی سزا پر وہ دلیل ہوتی ہے۔ جہاں اصلاح کئے بغیر نہ چھوڑا جائے گا۔

———— * * * * ————

اخبارِ احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں احباب سلسلہ حضور انور کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

* **وفات**: حضرت امیر قوم کی خدمت میں جناب محمد امین نیّر نے پارہ چنار سے یہ افسوسناک اطلاع بھیجی ہے کہ :- "میرے والد محترم ڈاکٹر محمد زبیر صاحب (۱۷/۱۱/۸۳) وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دوسرے روز کوہاٹ کے احمدیہ قبرستان میں تدفین ہوئی۔ مرحوم کے فرزند رشید محمد امین نیّر صاحب نے چٹھی کے ساتھ ہی چار ہزار روپیہ کا ڈرافٹ مرحوم کی روح کے ایصالِ ثواب کے لئے بمد اشاعت قرآن و اسلام بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر عطا کرے۔ بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

ایک ضروری تصحیح

* پیغام صلح مجریہ ۲۱/۱۲/۸۳ صفحہ ۱۱ کالم ۲ نیچے سے اوپر سطر ۳ انا اول المسلمین پڑھا جائے اور ما کو کا ٹا ہوا سمجھا جائے۔ ادارہ اس سہو کتابت پر معذرت خواہ ہے۔

(ادارہ)

از عزیز کشمیری صاحب، ایڈیٹر روزنامہ روشنی سرینگر،

جلسہ سالانہ ۸۳ء کے تاثرات

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور دُنیائے اسلام میں واحد فعال اور تبلیغی انجمن ہے جس کے اصول و عقائد مطابق قرآن و حدیث ہیں جو صحیح معنوں میں ختم نبوت کی قائل ہے اور یقین رکھتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آسکتا۔ نہ نیا اور نہ کوئی پرانا اس کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔ اسطرح یہ مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کا باعث بن رہی ہے۔ اسلام کی ترویج و اشاعت کرنا اس کا بنیادی مقصد ہے۔ چنانچہ دُنیا کے مختلف ممالک میں اس جماعت کے مبلغین صداقت و حقانیتِ اسلام کی خاطر تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ اور ہزاروں غیر مسلموں کو آغوشِ اسلام میں لا چکے ہیں۔ اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ جس کا اعتراف دنیا بھر کے محققین بھی کر چکے ہیں۔

اسی جماعت نے اسلام کے متعلق بہترین لٹریچر شائع کیا ہے جس میں انگریزی ترجمۃ القرآن، تفسیر بیان القرآن۔ ریلیجن آف اسلام۔ مینول آف حدیث۔ زندہ نبیؐ کی زندہ تعلیم۔ سیرت خیر البشرؐ اور تاریخ خلافت راشدہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان کُتب کے مختلف زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ اور ان سے مختلف مذاہب کے پیرؤں کے دلوں اور دماغوں سے اسلام سے متعلق غلط فہمیاں دور ہو رہی ہیں۔ اور انہیں اسلام کیطرف مائل ہونے میں تحریک ملتی ہے۔ اور ان کتب کے بے شمار نسخے دنیا بھر کی لائبریریوں کو بھیجے گئے ہیں۔

اس جماعت کا انہتروان جلسہ سالانہ ۸۳ء ۲۳ تا ۲۵ دسمبر دارالسلام نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوا۔ اور مجھے اتفاق سے ۳۶ سال کے بعد یعنی تقسیم ہند سے بعد پہلی بار اس میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ مجھے انتہائی مسرت اور خوشی ہے کہ حضرت مجدد صد چہاردہم نے اشاعت و تبلیغ اسلام کی خاطر دلوں میں جو تڑپ اور جذبہ پیدا کیا تھا وہ اس مجاہد اور زندہ جماعت کے افراد میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ چنانچہ جلسہ کے ایام میں روحانی اجتماعات کے جو مناظر دیکھنے میں آئے ان سے میں بہت ہی متاثر ہوا۔ حضرت امیر قوم جناب ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب نے تبلیغ و اشاعت اسلام کی خاطر چندہ کی اپیل کی تو منٹوں میں ۹ لاکھ روپے کی رقم جمع ہوئی۔ اس کے بعد جناب نصیر احمد فاروقی صاحب نے اپیل کی تو اس کے جواب میں بھی خطیر رقم قوم کے افراد نے جمع کر دی۔

جلسے میں یہ خوش کن اعلان بھی ہوا کہ دنیا کے کثیر حصہ میں بولی جانے والی سپینش (ہسپانوی) زبان میں بھی قرآن پاک کا ترجمہ مکمل ہو گیا ہے۔ اور عنقریب ہی شائع کر دیا جائے گا۔

احمدی خواتین نے اجتماعات میں جس جذبہ اور جوش کا اظہار کیا وہ قابلِ ستائش ہے۔ صنعتی دستکاری کے اشیاء کی فروخت سے جمع شدہ رقوم کے علاوہ ہزاروں روپے کا چندہ پیش کیا۔ اور ہر تحریک میں حصہ لینے میں ایک دوسرے پر سبقت لینے میں پیش پیش رہ کر انہوں نے اس امر کا ثبوت فراہم کیا کہ وہ دینی تحریکات میں حصہ لینے میں مردوں سے کم نہیں ہیں۔

ہر روز نماز فجر کے بعد جناب نصیر احمد فاروقی صاحب درس قرآن پاک دیتے رہے جس میں عالمانہ انداز میں کلام پاک کے رموز و نکات کو بیان فرماتے رہے جن سے مجلس میں رُوحانی سماں بندھ جاتا تھا۔ اور دلوں پر وجد آفریں کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

جلسہ میں مقررین نے اہم مسائل حاضرہ پر بہترین تقاریر کیں اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ان پر اس انداز میں روشنی ڈالی جو بڑے سے بڑے فقہاء اور مذہبی اکابر کے لئے بھی مشعل راہ بن سکتی ہیں۔ اتحاد و اتفاق میں برکت ہوتی ہے۔ اس پر کاربند ہو جانے سے بڑے سے بڑے معرکے سر کئے جا سکتے ہیں۔ قرآن پاک اور احادیث نبویؐ میں مسلمانوں کو باہمی اتحاد و اتفاق کی زبردست تاکید آئی ہے۔ حضرت قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم بھی ہمیشہ مسلمانوں کو آپس میں متحد و متفق رہنے کی تلقین کرتے رہے ہیں لیکن یہ سب سے بڑی بدقسمتی ہے کہ مسلمان اتحاد و اخوت کو بھول کر تفرقہ و انتشار کا بُری طرح شکار ہیں۔ البتہ اس کے مقابلے میں مسرت کا مقام ہے کہ احمدیہ جماعت میں صحیح اسلامی سپرٹ پائی جاتی ہے۔ اور ان کا باہمی بھائی چارہ خونی رشتے سے بھی زیادہ مستحکم و مضبوط ہوتا ہے جسے جس قدر سراہا جائے کم ہے۔ یہ خوبیاں، یہ پاک جذبہ اور اشاعتِ اسلام کی تڑپ اگر ان میں موجود رہی تو یقیناً مستقبل قریب میں دینِ فطرت اسلام تمام دیگر ادیان پر غالب آئیگا۔ یوں تو کسر صلیب کا نظارہ ہر کہیں نظر آ رہا ہے۔ اور آجکل کسی بھی مسیحی۔ آریہ۔ یا دیگر ادیان کے افراد کو اسلامی دلائل کے مقابلے میں آنے کی ہمت نہیں ہو رہی۔ وہ سب ہتھیار ڈال چکے ہیں۔ اور صرف جذبات اور عقیدت کے سہارے ہی اپنے اپنے مذاہب پر قائم ہیں مگر دلائل کی بناء پر نہیں۔

— ٭٭٭ —

خُدا اور اسُ کے رسولؐ کا فرمان

والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک:

ترجمہ:۔ "اور تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور اپنے والدین کے ساتھ (بہت) احسان کا سلوک کرو۔"

حضور صلعم نے فرمایا:۔

"یعنی کیا میں تمہیں زیادہ بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں؟" صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہیں، حضورؐ نے فرمایا:

"یعنی اللہ تعالےٰ کا شرک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی زیادہ بڑے گناہ ہیں۔"

تاریخ اسلام

ہمارے اسلاف

از مکرم مولانا احمد گل صاحب لاہور

حضرت عمرِ بن عبدالعزیزؓ

تعارف :-

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد ۹۹ ھ میں تختِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ کے والد عبدالعزیز مصری تھے۔ اور والدہ ماجدہ حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ کی پوتی تھیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مصر میں ہوئی۔ جب جوان ہوئے تو نہایت متقی، پرہیزگار اور صالح ثابت ہوئے۔

عبدالملک بن مروان کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی۔ جوانی میں کافی عرصہ تک مدینہ میں گورنر رہے۔ ان کے کارنامے تاریخ میں یادگار کے طور پر قائم ہیں۔ ان کا دورِ حکومت صرف دو سال رہا۔ تاہم جو اصلاحات ان دو سالوں میں انہوں نے سرانجام دیں ان کی وجہ سے ان کا عہدِ خلافت، خلافتِ راشدہ کا جز شمار کیا جاتا ہے۔ خلیفہ بننے سے پہلے بڑی شاہانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ جب گورنر بن کر مدینہ گئے تو ان کا ذاتی سامان تیس اونٹوں پر لد کر گیا تھا۔ اپنے زمانہ کے بہترین خوش لباس اور جامہ زیب آدمی سمجھے جاتے تھے۔ خوشبوؤں کا بیحد شوق تھا۔ اپنی داڑھی پر عنبر کا سفوف چھڑکتے تھے لیکن خلیفہ بنتے ہی یہ تمام جاہ و جلال یکسر ختم کر دیا۔ اور اپنی والدہ ماجدہ کے دادا حضرت فاروقِ اعظم رضؓ کے نقشِ قدم پر چل پڑے۔ مسلمانوں کی اکثریت ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کی ایک کڑی سمجھتی ہے۔

خشیۃ اللہ

آپ کے تقویٰ اور خشیت اللہ کی یہ کیفیت تھی کہ ایک دفعہ مالِ غنیمت میں بہت سا مشک آیا اور اُن کے سامنے تقسیم کیا جانے لگا۔ آپ نے ناک پر کپڑا رکھ لیا تاکہ اس کی خوشبو دماغ میں نہ جا سکے۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا "مشک کا فائدہ اس کی خوشبو ہے چونکہ مشک مسلمانوں کا مال ہے اس لئے مجھے اس مال سے فائدہ اٹھانے کا کوئی حق نہیں۔"

اسی طرح ایک دن بیت المال سے بہت سے سیب لا کر اُن کے سامنے تقسیم کئے جا رہے تھے آپ کا بیٹا پاس ہی کھیل رہا تھا۔ کھیلتے کھیلتے سیبوں کے پاس آ گیا اور ہاتھ بڑھا کر ایک سیب اٹھا لیا۔ آپ نے جھپٹ کر سیب جو چھینا تو بچے کا منہ زخمی ہو گیا اور وہ روتا ہوا ماں کے پاس پہنچا اور سارا حال کہہ سنایا۔ ماں نے اسی وقت بازار سے سیب منگوا کر بچے کو دیا تو اس کا رونا بند ہوا۔

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ گھر میں تشریف لائے تو بیوی کے پاس سیب پڑے دیکھ کر پوچھا۔ یہ سیب کہاں سے آئے ہیں؟ بیوی نے منہ بنا کر جواب دیا کہیں سے بھی آئے ہوں بیت المال سے نہیں آئے۔ غضب خدا کا ایک سیب کے لئے آپ نے میرے بچے کا منہ توڑ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ انصاف کا یہی تقاضا تھا مجھے بھی اسوقت تکلیف پہنچی مگر میں کس طرح برداشت کر سکتا تھا کہ ایک سیب کی خاطر میں انصاف کے ثواب سے محروم ہو جاؤں۔ اور میرا نام نیکوں کی فہرست سے کاٹ دیا جائے

اصلاحات :-

۱۔ خلفائے بنو امیہ نے بیت المال کو ذاتی ملکیت بنا لیا تھا۔ اور بہت سی جاگیریں لوگوں سے چھین کر خود مالک بن بیٹھے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ نے بیت المال کو بھی صحیح قومی خزانہ کی شکل دی اور تمام چھینی ہوئی جاگیریں بھی مستحقین کو واپس دلا دیں۔

۲۔ باغ فدک جو حضورؐ کے زمانہ میں بنو ہاشم کی ضروریات پر صرف کرنے کے لئے وقف کیا گیا تھا بنو امیہ نے اس پر بھی غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے تحقیقات کے بعد یہ باغ بھی پہلے کی طرح بنو ہاشم کی ضروریات کے لئے مخصوص کر دیا۔

۳۔ عہد بنو امیہ میں خطبات میں حضرت علیؓ پر تبرّا کیا جاتا تھا لیکن انہوں نے اس مذموم رسم کو پابندی لگا کر ختم کر دیا۔

۴۔ بیت المال کو شاہی خاندان کے لوگوں پر بے دریغ خرچ کیا جاتا تھا لیکن حضرت عمر نے اپنی تمام غلط کاریوں کو روک دیا۔ زیب و زینت اور دوسرے آرائش کے سامانوں اور فالتو گھوڑوں کو بیچ کر بیت المال میں جمع کر دیا اور جائز ضروریات پر خرچ ہونے لگا۔

۵۔ حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں کی زیادتیوں کی شکایتوں پر بعض کو معزول کر دیا۔ بعض کو قید کر دیا اور بعض کو معمولی تنبیہ کرنے کے بعد سیدھے راستے پر چلا کر ملک سے جور و ستم کی جڑیں کاٹ دیں۔

۶۔ آپ نے ذمیوں کے ساتھ نہایت ہمدردانہ اور مشفقانہ سلوک روا رکھا اُن کے محتاجوں اور مستحقوں کے وظیفے جاری کئے اور سابقہ حکمرانوں کی شدتوں اور سختیوں کو ان کے دلوں سے محو کر دیا۔

۷۔ آپ نے ان برائیوں کا قلع قمع کر دیا جو خلافت راشدہ کے بعد دوبارہ عود کر آئی تھیں۔ لہو و لعب اور عیش و عشرت کی تمام باتیں ختم کر دیں۔ شرعی احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزائیں دینا شروع کر دیں۔ عورتوں کا حماموں میں داخلہ اور ان کا بال کھول کر نوحہ کرنا ممنوع قرار دیا۔ اشاعتِ اسلام کے لئے ہر جگہ مبلّغ بھیجے۔

۸۔ آپ نے دربار سے خوشامدی لوگوں، شاعروں، منجّموں اور گویوں کو نکال کر علماء و فضلاء کو جمع کیا۔ مذہبی تعلیم کے لئے مسجدوں میں درس کا سلسلہ جاری کیا۔ اور معلّم و متعلّم کے وظائف جاری کئے۔ احادیث کا ایک مجموعہ تیار کر کے اس کی نقلیں اطراف میں بھیج دیں۔

۹۔ آپ نے مسجد نبویؐ کو نئے سرے سے تعمیر کرایا۔ سرائیں بنوائیں۔ چشمے

بغاوتوں کو کچل کر باغیوں کو ہموار کر دیا۔ اموی خاندان کے لوگ آپ سے اس لئے سخت نالاں تھے کہ آپ نے عدل و انصاف اور دیگر اصلاحات سے لوگوں میں اپنی برکات کی ایک لہر دوڑا دی۔ ظالموں نے سازش کر کے آپکو زہر دے کر ہلاک کر ڈالا۔ آپ کی وفات رجب سنہ ۱۰۱ ھ میں ہوئی۔

سیرت

حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی خلفاء میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ آپکی نیک دلی پارسائی اور حسن اخلاق نے عوام کا دل موہ لیا۔ اور آپ نے عدل و مساوات اور فقر کے باعث عہد فاروقی کو از سر نو زندہ کر دیا۔ آپ نے دولت و ثروت اور ناز و نعم کے گہوارے میں آنکھ کھولی اور اسی ماحول میں پلے بڑھے۔ گورنری کے زمانے میں بھی خوش پوشی اور خوش خوراکی میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا لیکن مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی آپ نے درویشی اور فقر کو اسطرح شعار بنایا کہ ظاہری صورت دیکھ کر کوئی پہچان نہ سکتا تھا کہ وہ خلیفہ ہیں۔

دیانت، سادگی اور تقویٰ آپ کی سیرت و کردار کے نمایاں پہلو تھے خلیفہ بنتے ہی آپ نے تمام املاک بیچ کر بیت المال میں جمع کرا دیں۔ انتہائی سادہ لباس پہننے لگے۔ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو سوائے ایک کرتہ کے جو پہنے ہوئے تھے کوئی دوسری قمیص نہ تھی۔ دیانت کا یہ عالم تھا کہ جب تک خلافت کا کام کرتے بیت المال کی شمع جلاتے۔ لیکن اس کے بعد ذاتی چراغ جلاتے۔ غذا میں اکثر مسور کی دال استعمال کرتے۔ یہی حال سارے اہل خانہ کا تھا۔

(بقیہ ہمارا جلسہ سالانہ)

ہیں کہ اب کوئی نبی نہیں آئیگا وہ کام ان کے سپرد کیا گیا ہے۔ چونکہ آپ جماعت کے امیر ہیں۔ اس لئے تفہیم ہوئی کہ اس سے مراد جماعت احمدیہ لاہور ہے کیونکہ اب صرف یہی جماعت دنیا میں تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کا کام کر رہی ہے۔ اور جماعت کے موجودہ امیر کی وجہ سے دوبارہ اس کام میں جان پڑ گئی ہے۔ قرآن کریم کا ہسپانوی زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور اب اس کی طباعت کی تجویز زیر غور ہے جس اللہ کے ولی اور مجاہد انسان کی کوشش سے یہ ترجمہ ہوا ہے۔ اس کے لئے ہر روز رات کو دعا کرتا ہوں کہ یا الٰہی کہ اس عظیم خادم قرآن کو دنیا میں اپنا نمائندہ بنا۔ ان کو دوسری زبانوں میں بھی قرآن کریم کا ترجمہ کرانے کی توفیق عطا فرما۔ اے خدا! جس طرح تو نے اپنے ایک غلام حضرت یوسف علیہ السلام کو خزانوں کا مالک بنایا انہیں بھی اپنے خزانوں کا مالک بنا تاکہ یہ دین کی مزید خدمت کر سکیں۔ یا اللہ! تیری مخلوق بہت پیاسی ہے اس پر رحم فرما۔ اے خدا حضرت خولہؓ کی مانند میری یہ دعا بھی قبول فرما۔ آخر میں چوہدری ریاض احمد صاحب اور ڈاکٹر وحید احمد صاحب کو عمدہ انتظام پر خراج تحسین پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جن کی محنت اور کوشش کا اس جلسہ کی کامیابی میں بہت بڑا حصہ ہے۔

؎ جانب اہل سعادت پے بزن + تاشوی روزے سعید اے جان من

ترجمہ:۔ سعید لوگوں کی طرف قدم اٹھا تاکہ اے میری جان! تو بھی ایک دن سعید ہو جائے۔

انوار الٰہی کی بارش، مالی قربانی کا بے مثل مظاہرہ، حضرت اقدس کی بیعت اور تجدید بیعت کی برکات

امسال ہمارا جلسہ سالانہ خدا تعالیٰ کے بے انتہا فضل و کرم سے ہر لحاظ سے ہی کامیاب رہا۔ ساری تقاریر پُر مغز عالمانہ اور اثرانگیز تھیں۔ چاروں دن سامعین و سامعات کی تقاریر میں دلچسپی یکساں طور پر برقرار رہی۔ ہر اجلاس میں تمام نشستیں سامعین و سامعات سے پُر تھیں۔ حضرت اقدس کے شجرۂ وجود کی سرسبز شاخ امیر قوم ایدہ اللہ کے ارشاد کا جادو تھا۔ یا دلوں میں تحریک خداوندی تھی کہ چاروں دن جلسہ گاہ سے باہر (دوران تقاریر) کوئی بھی شخص بلا عذر کھڑا نظر نہیں آیا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب بڑا ایمان افروز، روح پرور اور وجد آفریں تھا۔ آپ نے جب درد و سوز میں ڈوبی ہوئی آواز اور اپنے مخصوص انداز تلاوت میں سورۃ فاتحہ سے اپنی تقریر کا آغاز فرمایا تو سامعین ہمہ تن گوش ہو گئے۔ جب کرسیاں بھر گئیں تو بہت سے احباب کھڑے ہو کر سنتے رہے جہاں تک میں دیکھ سکا سب کی پلکیں تر تھیں۔ اور زبانوں پر حمد الٰہی جاری تھی گویا آپ کی زبان پر خدا بول رہا تھا تقریر کی دلپذیری اور اثر آفرینی کا عجیب عالم تھا۔ ایک ایک لفظ سامعین کے دلوں پر اترتا جا رہا تھا آنکھ والوں نے جلسہ گاہ میں حاضرین پر فرشتوں کا نزول دیکھا۔ ہر دل خدا کے حضور جھکا ہوا تھا۔ اور زبان اس فرشتہ صداقت کی صداقت پر گواہی دے رہی تھی۔ حضور کی ۲۹ دسمبر کی لا تہنوا و لا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین کے عنوان سے تقریر کے اثر کا یہ عالم تھا کہ آپکی اپیل پر سامعین نے تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کے لئے لاکھوں روپے دیوانہ وار ڈھیر کر دیئے جب آپ غالب اتفاق رائے سے امیر جماعت منتخب ہوئے تو صاحب دل احباب اور خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے والے قلوب فرط مسرت سے اپنے رب کے حضور گر گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ایک متقی بزرگ کے ہاتھ پر جماعت کو جمع کر دیا تھا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس رات میں نے بے شمار دفعہ الحمد للہ رب العالمین پڑھا اور دل کی گہرائیوں سے خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلعم پر درود بھیجا اور کلمہ شکر ادا کیا کہ اے خدا! تو نے ہمیں ایک ایسا امیر منتخب کرنے کی توفیق دی ہے جو تیرے مسیح موعود کے درخت وجود کی سرسبز شاخ ہے اور جس کے اخلاق فاضلہ سے غیر از جماعت لوگ بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی آپ کی آہِ سحرگاہی اور درد بھری دعاؤں کا ہی اثر ہے کہ اس جلسہ سالانہ میں پہلے سے زیادہ احباب شامل ہوئے اور آپ کی اپیل پر اتنا چندہ دیا کہ جس کی مثال انجمن کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ مالی قربانی کا ایسا نظارہ بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کے نام سے ممالک غیر میں جماعتوں کے قیام میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی بڑی تائید اور نصرت فرمائی۔ جماعتیں بڑھیں، مضبوط ہوئیں اور فوال ہن گمبئی مشن ہاؤس لندن کی نئی اور خوش نما عمارت کا ملنا بھی ایک معجزہ ہے جن احباب نے اسے دیکھا ہے وہ اس کی مکانیت اور محل وقوع کی موزونیت کی یکساں تعریف کرتے ہیں۔

ایک بزرگ نے رؤیا میں دیکھا کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں ان کے پیچھے موجودہ حضرت امیر کھڑے ہیں اور ایک مجمع کثیر ہے۔ لیکن جب نماز کے لئے صف بندی ہوئی تو صرف حضرت امیر رہ گئے باقی سب چلے گئے۔ ایک اور دوست نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک بزرگ حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہے

(بقیہ کالم ۲ پر)

مغرب سے اسلام کے سورج کا طلوع

اس سال مجھے بیرونی ممالک کا دورہ کرنیکا اتفاق ہوا۔ انگلستان میں مجموعی طور پر اٹھارہ دن ٹرینیڈاڈ (پورٹ آف سپین) جزائر غرب الہند میں ایک ماہ پانچ دن اور ہالینڈ میں بارہ دن گذار دیئے۔ اس دوران مجھے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مختلف شاخوں کی سرگرمیوں اور انجمن کے ذمہ دار اور سرگرم کارکنوں سے ملنے کا بالمشافہ تبادلہ خیالات کرنیکا موقعہ ملا اور مجھے بڑی خوشی ہے کہ میں نے ٹرینیڈاڈ میں فری پورٹ فائزبرن۔ گاسپارلیو، ٹسگوناس۔ اروفا۔ کمونو، گرانٹس وڈ۔ ایری وغیرہ کی مساجد کو دیکھا۔ اکثر مساجد کے ساتھ اردو، عربی کلاسیں جاری ہیں۔ خدا کے فضل وکرم سے نہ صرف مردوں میں مذہبی جوش اور جذبہ ہے بلکہ خواتین اور بچوں میں بھی اسلامی طرز کی زندگیاں گذارنے اور اسلامی تعلیمات دوسروں تک پہنچانے کی تڑپ موجود ہے۔ اکثر خواتین اسلامی مسائل سے بھی اچھی طرح واقف ہیں۔ باہمی میل جول بھی قائم ہے جس سے اجتماعی رنگ جھلکتا ہے۔ جماعت کے سرگرم کارکن مسٹر فاروق احمد۔ مسٹر امرل خاں ان کی اہلیہ محترمہ زکیہ صاحبہ، مسٹر زینول محمد، مسز فلورا مسٹر کرن محمد وغیرہ سب جماعت کی تنظیم اور توسیع سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ مسز زرینہ بھی بڑی صلاحیتوں کی مالک ہے سارے ٹرینیڈاڈ میں عیسائیت کا غلبہ ہے اس لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ممبران وعہدیداران کو کام کرنے کے لئے زمین زرخیز ہے۔ چنانچہ میں نے ٹرینیڈاڈ مرر کے نمائندے کو مسیح علیہ السلام کے سفر کشمیر اور کشمیر ہی میں رحلت پانے سے متعلق انٹرویو دیا جب وہ شائع ہو گیا تو کسی بھی عیسائی کو ہمت نہیں ہوئی کہ کوئی جواب دیدیتا۔ بلکہ سب دم بخود ہو گئے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سب (رشلیسٹ) عقلیت پسند ہیں اور دلائل کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے۔ اسی طرح مسلم لیگ مسجد (جو اصل میں مولوی امیر علی مرحوم مبلغ سلسلہ کی تعمیر کردہ ہے) میں نماز جمعہ کے بعد مسٹر امرل خاں نے میرا تعارف بحیثیت مصنف کتاب "مسیح کشمیر میں" کیا تو بہت سارے نوجوان میرے پاس پوچھنے آئے کہ قرآن پاک میں مسیح کے جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر جانے اور پھر آخری زمانہ میں نازل ہونے سے متعلق آیات نہیں ہیں میں نے جواب دیا ایک بھی نہیں ہے۔ صرف مسیح کو رفع یعنی عزت دینے کا ذکر آیا ہے قرآن پاک میں ہے کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے۔ انجیل میں بھی وہ اپنے کو ایسا ہی قرار دیتے ہیں۔ اس لئے ان کا دوبارہ آنا مسلمانوں یا دوسری اقوام کے لئے بیکار ہے

احادیث میں نزول مسیح کا ذکر تو ہے لیکن اس کے بارے میں صاف اور صریح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ وہ امامکم منکم یعنی امت ہی میں سے ایک امام ہوگا پھر وہ نوجوان سب اپنے مولوی صاحب کے پاس گئے اور سب کچھ بتلا دیا لیکن مولوی صاحب کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔ اور ان پر واضح ہو گیا کہ ان جیسوں کے پاس قرآن وحدیث اور تواریخ کے ٹھوس دلائل اور ثبوت موجود نہیں ہیں۔

انگلستان میں بھی گرجاؤں کی رونق ختم ہوتی جارہی ہے۔ لندن میں اہل تشیعہ نے قریباً نصف ملین پونڈ کے عوض ایک عظیم ترین گرجا خرید کر اس کا نام ادارہ جعفریہ رکھا ہے، مسیح کے فوق البشر ہونے، بن باپ پیدائش اور فنا سے بچنے کا عقیدہ کوئی بھی حساس اور دانشمند نہیں رکھتا۔ ماسوائے ان اشخاص کے جو صرف عقیدت اور جذبات رکھتے ہیں۔

ہالینڈ میں ہماری جماعت بہت وسیع ہے۔ مولانا عبدالرحیم جگو تو پرانے اور بلند پایہ مبلغ ہیں جو اب تک کئی میڈل اور ایوارڈ پا چکے ہیں۔ آپ کئی بار حج بیت اللہ سے فیضیاب ہو چکے ہیں اور رابطہ عالم اسلامی سے بھی وابستہ ہیں۔ یوترخت میں جماعت کے صدر جناب ایوب محسن محمد، خلیل الرحمٰن وغیرہ اور ڈن ہیگ میں جناب السیں الٰہی بخش ان کی اہلیہ اور سکینہ جے مرادین کے بچن۔ نور محمد مبلغ جناب فاضل رمضان، ان کی اہلیہ محترمہ زمرد۔ مسٹر بخسولہ، ان کی اہلیہ ساجدہ صاحبہ دختر مسٹر عبدالرؤف ایڈیٹر پیغام صلح لاہور، الغرض بہت سارے معززین اور خواتین سے شرف ملاقات حاصل ہوا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ سب کے دلوں میں اسلام اور احمدیت کی بے پناہ محبت ہے۔ اور انتہائی شوق اور دلچسپی کے ساتھ دینی معلومات کے لئے تڑپ رکھتے ہیں

ہالینڈ میں بھی مسیحیت روبہ زوال ہے۔ گرجاؤں کو صنعتی اداروں میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ فروخت کر دیا جاتا ہے یا کرایہ پر دیدیا جاتا ہے۔ بعض کو تو سینماؤں میں بدل دیا گیا ہے اور کسر صلیب کا عملی طور پر مشاہدہ ہو رہا ہے۔

قیام لندن کے دوران مجھے نہ صرف انجمن کے نئے مشن ہاؤس دارالسلام ویمبلے میں ٹھہرنے کا موقعہ ملا بلکہ سابقہ مراکز مسجد ووکنگ اور لانگ لے روڈ ٹوٹنگ بھی دیکھ لئے اور جماعت کے احباب وخواتین سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ سب کے دلوں میں اسلامیات کا بھرپور جذبہ ہے اور بانئے سلسلہ احمدیہ نے اسلام کی حفاظت اور ترویج واشاعت کی جو تڑپ دلوں میں پیدا کی ہے وہ سب میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

تینوں مشہور ممالک میں مقامی انجمنوں کے اپنے اپنے آفسیٹ پریس موجود ہیں۔ جن پر ڈچ اور انگریزی میں رسائل باقاعدہ طور پر شائع ہو رہے ہیں۔ ہر جماعت کے پاس انجمن کا شائع کردہ لٹریچر اپنی اپنی زبانوں میں موجود ہے اس سے یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ وقت آئے گا سارے مغربی ممالک میں اسلام کا غلبہ ہونے والا ہے اور وہ دن دور نہیں جب اسلام کا سورج مغرب میں پوری تابانیوں کے ساتھ ضیاء پاشیاں کرتا رہے گا۔

(بشکریہ روزنامہ روشنی سرینگر)

* * *

ارشاد باری تعالیٰ

"ترجمہ:۔ اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اُسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں۔"

رپورٹ: مولوی شفقت رسول خاں صاحب

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے انہترویں جلسہ سالانہ کی مختصر رُوئیداد

جلسہ خواتین ۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۳ء

خواتین جماعت احمدیہ لاہور کا پہلا اجلاس مورخہ ۲۲ دسمبر بروز جمعرات محترمہ بیگم فرحت نشاط صاحبہ کی زیر صدارت اور مہمان خصوصی محترمہ بیگم کرم الٰہی صاحبہ کی موجودگی میں محترمہ طاہرہ جنجوعہ صاحبہ کی تلاوت قرآن پاک سے شروع ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض محترمہ زکیہ شیخ صاحبہ نے انجام دیئے۔

محترمہ زاہدہ جنجوعہ نے حضرت مسیح موعود کا کلام "ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے" مترنم آواز میں پڑھا۔ ملفوظات حضرت مجدد زماں محترمہ نگین ملک صاحبہ نے "ازالہ اوہام" سے پیش کئے۔ جن میں نماز، روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔ اور بُرائی سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ آپ نے ان ملفوظات میں جماعت احمدیہ کو خدا کی آخری جماعت قرار دیا ہے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہی اس جماعت کا نصب العین بتایا ہے۔

محترمہ پروین چوہدری صاحبہ نے "سوانح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم" کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے حضورؐ کے "پیغام کی اہمیت" کی وضاحت کی اور بتایا کہ جو بات انسانیت کے فائدے کے لئے کہی جائے وہ نہایت اہم ہوتی ہے۔ اس کا قبول کرنا فرض اور ضروری ہوتا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کا پیغام تو انسانوں کی بہتری ہی کے لئے ہوتا ہے۔ تمام انبیاء اپنے وقتوں میں مخصوص پیغام لائے لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کی بشارت کے مطابق تمام عالم کے لئے مبعوث ہوئے۔ آپؐ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہیں۔ اور ہم حضور صلعم کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیمؑ پر درود بھیجتے ہیں۔ چونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں اس لئے آپؐ کا پیغام تمام جہان کے لئے خیر و برکت کا موجب ہے۔ یہ تمام کائنات سورج چاند ستارے سب ا[illegible] کو خدا کی عظمت کا پیغام دیتے ہیں۔ اور یہ سارا نظام انسان کے لئے ہے۔ خدا کی عظمت ہمارے اقرار اور انکار کی محتاج نہیں۔ اس نے اپنا پیغام انسانوں تک پہنچانے کے لئے رسول مبعوث کئے اور یہ خدا کا پیغام انسانوں کے لئے مفید اور منافع بخش ہے۔ آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو سمجھنے کے لئے حقیقت پسندی ضروری ہے۔ ہم مسیح موعود کی جماعت ہیں ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کریں۔ وہ یوں کہ اپنے اخلاق و اعمال کو خدا کے پیغام کے مطابق درست کریں۔

محترمہ بیگم حنیف اختر ملہی صاحبہ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وسعت خیال اور وسعت نظر ترقی پسند اقوام کا خاصہ ہے۔ مقاصد کے حصول کے لئے فروعات کو نظر انداز کرنا ضروری ہوتا ہے۔ تعمیری نکتہ چینی مستحسن ہے جس کا مدعٰی اصلاح احوال ہو۔ اتفاق، وسعت خیال اور وسعت نظر سے محروم قومیں پسماندہ رہ جاتی ہیں موصوفہ نے اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ بدقسمتی سے مسلمانوں کی حالت ایسی ہی ہے ہر جگہ یہی کیفیت ہے کہ مسلم قوم اتحاد، وسعت نظر و خیال سے محروم ہے تخریبی تحاریک بہت جلد پھیل جاتی ہیں جبکہ تعمیری رجحانات کا فقدان ہے۔ اس قوم کے اندر تعصب، خود غرضی، تنگ نظری وغیرہ نے ان کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ باہمی اتحاد۔ حقیقت پسندی، ایثار جیسے عمدہ اخلاق کی ضرورت ہے۔ تاکہ قوم ترقی کے عروج کو پا سکے۔ اور یہ باتیں جبھی ممکن ہیں جبکہ مجدد وقت کے ساتھ وابستگی ہو۔

محترمہ فرحت نشاط صاحبہ نے اپنے بیان میں کہا کہ مجدد وقت کی جماعت کا کام اصلاح ہے اس کا کام اشاعت قرآن و اسلام ہے۔ لوگ حضرت مسیح موعود کے کام کو نظر انداز کر کے محض چند بیکار اور بے معنی اعتراضات کرتے ہیں اور انہی اعتراضات کو اچھالا جاتا ہے۔ جن میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ تبلیغ اسلام کے لئے کوئی کوشش نہیں کی جاتی۔ یہ شرف صرف حضرت مجدد کی جماعت کو حاصل ہے۔ کہ انہوں نے کفرستان مغرب میں سب سے پہلے خدا کا نام بلند کیا اور آج بھی وہاں تبلیغ اسلام میں پیش پیش ہے۔ مگر مسلمان اس جماعت کو ہی کافر کہتے ہیں۔ عیش و عشرت میں غرق قوم اسلام کیا پیش کرے گی؟ مقررہ موصوفہ نے مزید کہا کہ تاریکی کو دور کرنے کا طریق صرف یہ ہے کہ ہم اپنے صحیح عقائد کو پھیلائیں اور عمل سے اس کو واضح کریں کیونکہ عمل کے سامنے زبانی باتیں کچھ اہمیت نہیں رکھتیں۔

جناب انور ملہی صاحب کی بچی طیبہ نے نعت پیش کی۔ ؎

میں احمدی بچی ہوں، میں احمدی بچی ہوں۔

ہے عزم جواں جس کا اس قوم کی بیٹی ہوں

محترمہ رضیہ مدد علی صاحبہ صدر تنظیم خواتین احمدیہ لاہور نے تقریر کرتے ہوئے حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑتے ہوئے دعا کی تھی کہ اے اللہ ان میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو انہیں علم و حکمت سکھائے اور ان کو پاک کرے۔ اور یہی تین باتیں تبلیغ کا اصل مقصد ہیں۔ خدا نے ہمیں بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ اس زندگی کو کامل کرنے کے لئے فرمایا تخلقوا باخلاق اللہ اور اس کے لئے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کا نمونہ پیش کیا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ بلغ ما انزل الیک

خُدا نے سب قوموں کی طرف نبی بھیجے مگر نبی آخر الزماں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں لیکن اصلاح کے لئے مجددین کا وجود کا وعدہ دیا گیا ہے

اس لئے حضرت مجدد کی بعثت ہوئی اور ان کو مخالفت پر صبر دکھانا پڑا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ؎

گالیاں سن کر دعا دیتا ہوں اُن لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

لیکن ختم المرتبت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ان سے بڑھ کر مخالفت کی گئی اور آپ نے صبر واستقامت دکھائی۔ جب بندہ خدا کے حضور اظہارِ عجز کرتا ہے تو خدا تعالیٰ نقص کو دور کر کے قوت عطا فرماتا ہے۔ محترمہ نے بتایا کہ حضرت موسیٰ نے خدا کے حضور عرض کی کہ صرف میرا بھائی ہارونؑ ہی میرے ساتھ ہے اور سب لوگ نا فرمان ہیں مجھے صبر اور استقامت عطا فرما آخر کار نا فرمان قوم کو بابلیوں اور ایرانیوں نے تاخت وتاراج کر دیا اور بیت المقدس کو ویران کیا گویا بنی اسرائیل نافرمانی کر کے خدا کی نصرت سے محروم اور خوار ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد سو سال تک غلط باتیں پھیل جائیں گی۔ صحابہ رضؓ نے عرض کی یا رسول اللہ پھر کیا ہوگا تو حضور صلعم نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ تجدید دین کے لئے ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث کرتا رہے گا۔ اور برائیاں دور کرتا رہے گا۔ کیونکہ خدا کا کام رکتا نہیں۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا تھا کہ محمدؐ تو فوت ہو گئے ہیں لیکن خدا زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ مقررہ موصوفہ نے زور دیا کہ تم نبی صلعم کی تعلیم کے وارث ہو اور ان کو حکم تھا کہ اے رسولؐ جو تیری طرف اتارا گیا اس کو لوگوں تک پہنچا دو۔ اور اب یہ تبلیغ واشاعت ہمارے ذمہ ہے۔ کیونکہ حضرت امام وقت فرماتے ہیں کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز نہیں ہوگا جیسا مجھ سے۔ یا اس سے جو میری شاخ سے ہے اور مجھ ہی میں داخل ہے۔ دعوتِ حق کے لئے ایک جماعت کا وجود ضروری ہے اور تم ہی وہ جماعت ہو جو امام وقت نے تبلیغ اشاعتِ اسلام کے لئے کھڑی کی ہے۔ اس کو کوئی مٹا نہیں سکتا کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

نورِ خدا ہے کُفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

آپ نے بیعت کے اقرار کو یاد دلایا اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو نبھانے پر زور دیا۔

محترمہ زبیدہ محمد احمد صاحبہ نے "ہمارا کام" کے عنوان سے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا آج مشکلات کا دور ہے۔ ہر طرف بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ کئی ملک گذشتہ چند سالوں سے آپس میں لڑ رہے ہیں۔ بڑی طاقتیں ایٹمی ہتھیاروں کی دوڑ میں لگی ہوئی ہیں۔ عالمگیر جنگ کا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہے۔ اور مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کا گلا کاٹنے میں مصروف ہیں۔ کہیں بھی امن وسکون نظر نہیں آتا انسان خسارہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کیونکہ وہ دن رات طلب دنیا میں غرق ہے لیکن اس مصیبت سے نجات صرف اسی صورت میں ہے کہ وہ خدا پر ایمان لائے اور عمل صالح کرے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم خدا کے دین کی تبلیغ کریں اور اشاعت اسلام کے لئے دامے درمے قدمے سخنے کام کریں۔ کوئی شخص جماعت سے الگ ہو کر کچھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جماعت میں کرامت ہے اس لئے ہمیں متحد اور مربوط رہنا چاہیئے۔ ہمارے بزرگوں کی امانت ہمارے پاس ہے اسکو دنیا تک پہنچانا ہمارا فرض ہے۔ اور اس کے لئے ہم جوابدہ ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے جو کام ہمارے سپرد کیا ہے وہ خدا کا کام ہے۔ اور خدا کا کام کبھی نہیں رکتا۔ ہم اس فریضہ کو انجام دیں گے تو خدا کا ہم پر فضل ہوگا۔ آج مغربی ملکوں کو اسلام سے آگاہ کرنا صرف ہمارا کام ہے۔

زاہدہ ناہید صاحبہ نے حضرت مرزا صاحب کا کلام ؎

"پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا"

مترنم آواز میں سنایا جس سے دلوں میں سرور پیدا ہوا۔

محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ آف لندن نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ خدا کا فضل واحسان ہے کہ ہم پھر مل بیٹھے ہیں اور مرحومین کے لئے دعائے خیر کے بعد کہا کہ ہمیں لندن میں مشن کے لئے ایک موزوں اور عمدہ مکان مل گیا ہے اس میں محترمہ جمیلہ خاں صاحبہ اور جناب شاہد عزیز صاحب، جناب محمد انور صاحب نائب امام لندن مشن کی مساعی کی وجہ سے مرکز میں جان پڑ گئی ہے۔ دارالسلام میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ تقاریر ہوتی ہیں۔ درس قرآن کا سلسلہ بھی شروع کیا ہے۔ غرضیکہ اب لندن مشن خوب فعال ہے۔ اور اشاعتِ اسلام میں بڑھ چڑھ کر کام کر رہا ہے۔ پرنٹنگ مشین نصب کی گئی ہے۔ حضرت امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمۃ القرآن انگریزی اور دوسری لٹریچر کو پھیلانا ضروری ہے کیونکہ یہی لٹریچر اسلام کا روشن چہرہ دکھا سکتا ہے۔ موصوفہ نے آئندہ نسل کی تربیت دینی پر زور دیا کیونکہ زمانہ بے دینی کی طرف راغب ہے بچوں کی اصلاح بڑی ضروری ہے تاکہ دین کے صحیح خادم بن سکیں۔

محترمہ ناجیہ طارق نے قرآن پاک کی آیت قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم کے حوالہ سے پردہ پر مدلل تقریر کی اور بتایا کہ غض بصر کا حکم مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے۔ عورت مردوں کے شانہ بشانہ خدمت دین کر سکتی ہے۔ اور تمام جائز کاموں میں شامل ہو سکتی ہے۔ آج اصلاح معاشرہ کے لئے عورت کو گھروں میں مقید کرنے پر زور دیا جا رہا ہے حالانکہ یہ شرعی پردہ نہیں ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کو ضرورت کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔ معزز وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔

محترمہ سلیمہ فاروقی صاحبہ نے "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات" کے عنوان پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتایا حضور صلعم نے سب سے پہلے ایسی خاتون سے شادی کی جو آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں اور اس کی وفات پر ایسی خواتین سے آپ نے نکاح کئے جو یا تو بیوہ تھیں یا مطلقہ ماسوائے ایک خاتون کے یعنے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ اور وہ خواتین ہمدردی کی محتاج تھیں جو ماسوائے نکاح کی صورت کے ممکن نہ تھا۔ کیونکہ ان کے خاوند اسلام کی راہ میں غزوات میں شہید ہو گئے تھے۔ یا دوسرے لوگوں سے بہتر راہ ورسم کے لئے ان قبائل کی بیوگان سے نکاح کئے۔ بہرحال آپ کی زندگی عیش وعشرت سے عبارت نہیں ہے۔ اور یہ وہی محترم نبیؐ تو ہیں جن کے سامنے اہلِ مکہ نے دنیا کی ہر نعمت پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن آپ نے انکار کر دیا تھا۔

ان ازواج مطہرات کا وجود اس لئے بھی ضروری تھا کہ تمام ضروریاتِ زندگی کے متعلق مسائل کا حل نبی اکرم صلے اللہ علیہ السلام کے وجود سے حاصل کیا جائے

اور عورتوں کے متعلقہ مسائل کو ازواجِ مطہرات سے معلوم کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ عورتوں کی خبر گیری۔ بچوں کی پرورش وغیرہ وغیرہ کے جملہ مسائل ازواج کی ساطت سے معلوم ہوئے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی بے عیب ہے اور آپ ہر رنگ میں اسوۂ حسنہ ہیں۔ محترمہ رضیہ مدد علی نے چندہ کے لئے اپیل کی اور خواتین نے خدمت دین و اشاعت قرآن کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

خواتین کا دوسرا جلاس محترمہ زبیدہ محمد احمد صاحبہ کی سٹیج سیکرٹری کی حیثیت اور محترمہ آمنہ بی بی بدوملہی کی تلاوتِ قرآن پاک سے شروع ہوا۔ شمائلہ وغیرہ بچوں نے حضرت مسیح موعود کا کلام سنایا۔ ؎

اِک نہ اک دن پیش ہوگا تو خدا کے سامنے

محترمہ مجیدہ ماسٹر اللہ بخش صاحبہ نے تنظیم خواتین احمدیہ بدوملہی کی رپورٹ اور محترمہ پروین چوہدری صاحبہ نے اوکاڑہ کی رپورٹ پیش کی۔ اور سیکرٹری خواتین کراچی نے کراچی کی رپورٹ پیش کی جو حوصلہ افزا اور جماعت کی ترقی اور تنظیم کے بہت عمدہ نتائج پر مبنی تھی۔ اور ملتان کی رپورٹ محترمہ فرحت نشاط صاحبہ نے پیش کی۔

بعد ازاں محترمہ ساجدہ رحمٰن صاحبہ نے "اسلام کیا ہے؟" کے عنوان سے نہایت خوبصورت اور مدلل انداز میں تقریر کی۔

عزیزہ رفعت عزیزہ صاحبہ نے حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بالاختصار حالات زندگی سنائے اور ان کی خدمات دینیہ کو خراج تحسین پیش کیا۔

مدیحہ رسول صاحبہ نے حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم کے حالات زندگی سنائے اور اور اس شعر سے اپنی تقریر کی ابتداء کی ؎

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گراں مایہ کیا کئے

اور ان کی تبلیغی مساعی کا ذکر کیا۔ اور ان کے رؤسائے مغرب کو حلقہ بگوش اسلام کرنے کے واقعات سنائے۔

محترمہ شمائلہ غفور ملہی صاحبہ نے حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین مرحوم کے حالات زندگی بیان کئے۔ اور ان کے زیر نگرانی نئی تعمیرات احمدیہ بلڈنگس کا ذکر کیا۔

محترمہ سمیرا اشرف صاحبہ نے حضرت مولانا عبد الحق ودیارتھی کی زندگی کے حالات بیان کئے اور ان کی دینی مساعی کا ذکر کیا۔

یہ تمام تقاریر بزرگانِ سلف کو نہایت درجہ خراج تحسین تھا اور ان کی خدماتِ دینیہ کا اعتراف بھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ حقیقت بھی کہ ان بزرگوں کی زندگیاں عین کتاب و سنت کے مطابق تھیں اور ہمیں بھی اُن کے نقشِ قدم پر چل کر خدمات دینیہ کو ادا کرنا چاہیئے۔

محترمہ رضیہ مدد علی صاحبہ صدر تنظیم خواتینِ احمدیہ لاہور نے اختتامی دعا کی اور بزرگان سلف مولانا عبد الحق ودیارتھی اور یوسف گرنتھی کا ذکر کیا اور کہا کہ ہم نے ان بزرگوں کی ذات سے فائدہ اٹھایا وہ نہایت مخلص انسان تھے۔ دعا کی گئی کہ خدا ہمیں دین پر استقامت عطا فرمائے اور دینِ اسلام کی خدمت کا موقع فراہم کرتا رہے اور یوں یہ خیر و برکت کی مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

— ••• —

ایک دل خراش صدمہ

ہماری جماعت کا ایک اور ستارہ غروب ہوگیا

آہ ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب پی ایچ۔ ڈی

القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی به الله
دل غم والم سے بھرپور ہے آنکھیں اشک بار ہیں لیکن ہم کچھ نہیں کہتے سوائے اس کے جس پہ اللہ راضی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

سال ۱۹۸۳ء کے آخری دن ۳۱ دسمبر کو جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب پی ایچ ڈی بھی ہم سے جدا ہو کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۳۰ دسمبر کو ٹھیک ٹھاک اور ہشاش بشاش حسب دستور دوستوں سے ملے۔ ۳۱ دسمبر کو اچانک پھیپھڑوں کی تکلیف ہوئی دل پر اثر پڑا اور جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔

آپ ایک صالح، شریف النفس، مخلص، اعلیٰ فہم و فراست کے مالک نہایت ذہین نرم دل اور احمدیت کے سچے خادم تھے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں عربی کی اعلیٰ تعلیم کے بعد آپ نے برسلاؤ یونیورسٹی (جرمنی) سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ متعدد اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ پاکستان کے لئے پہلی جنگ آزادی کشمیر میں آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں خاصے صحت مند اور شکل وصورت سے جوان معلوم ہوتے تھے۔ بڑے باہمت، وقت کے پابند اور اَن تھک تھے۔ جرمنی اور انگلینڈ میں انجمن کے نمائندہ کے طور پر آپ نے بڑے مشکل اور کٹھن حالات میں بطور امام خدمات سرانجام دیں اور اپنے اس فرض کو بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا۔

ماڈل ٹاؤن سے جنازہ دار السلام لایا گیا نماز جنازہ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ نے پڑھائی جس میں مقامی جماعت کی کثیر تعداد کے علاوہ اُن کے بے شمار مداحوں نے بھی شرکت کی جنازہ میں جمِ غفیر دیکھ کر مرحوم کی مقبول شخصیت کا کچھ اندازہ ہوتا تھا۔ قبرستان دار السلام میں تدفین کے بعد حضرت امیر نے دعا کرائی۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اپنی قربت سے نوازے آمین! ادارہ پیغام صلح مرحوم کے خاندان اور عزیزوں کے اس غم میں برابر کا شریک ہے اور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

باہتمام البدر پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا
(چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۴ جنوری ۱۹۸۴ء۔ شمارہ ۱

جلد: ۷۱ { یوم چہار شنبہ ۶ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ بمطابق ۱۱ جنوری ۱۹۸۴ء { شمارہ ۲-۳

ارشادات حضرت مجدد صد چہار دہم

جماعت تب ہی بنتی ہے جب بعض بعض کی ہمدردی کریں

"اور جس شخص کو پوری طاقت دی گئی ہے وہ اپنے کمزور بھائی سے محبت کرے میں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو وہ اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے حالانکہ چاہیئے تو یہ کہ اس کے لئے دعا کرے اس سے محبت کا اظہار کرے اور اسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے لیکن بجائے اس کے کینہ میں زیادتی کی جاتی ہے۔ اگر ایسے کمزور بھائیوں سے عفو نہ کیا جائے اور اس سے ہمدردی نہ کی جائے تو اس طرح پر بگڑتے بگڑتے انجام بد ہو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں۔ جماعت تب ہی بنتی ہے کہ بعض بعض کی ہمدردی کریں آپس میں پردہ پوشی کی جائے۔ جب ایسی حالت پیدا ہو جائے تب وہ ایک وجود ہو کر ایک دوسرے کے جوارح ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو حقیقی بھائی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں اگر ایک شخص کا بیٹا کوئی قصور کر بیٹھے تو اس کی پردہ پوشی کی جاتی ہے اور اس کو الگ ہو کر سمجھایا جاتا ہے۔ اسی طرح اپنے بھائی کی ہر شخص پردہ پوشی چاہتا ہے اور نہیں چاہتا کہ اس کے عیبوں کے لئے اشتہار دے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کا بھائی بنائے تو کیا بھائیوں کے حقوق یہ ہیں کہ بدسلوکی اور بے مروتی کی جائے ۔۔۔ بعض وقت انسان جانوروں۔ بندروں اور کتوں سے بھی سبق سیکھ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طریق کو بہت ناپسند کرتا ہے کہ اندرونی پھوٹ ہو اور یہ طریق نامبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضؓ کو بھی یہی طریق و نعمت اخوت یاد دلائی ہے اور اگر وہ سونے کے پہاڑ بھی خرچ کر دیتے تو وہ اخوت ان میں پیدا نہ ہو سکتی تھی جو رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے ان کو ملی۔ اسی طرح پر اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اسی قسم کی اخوت وہ یہاں بھی قائم کریگا۔ خدا تعالیٰ پر مجھے بڑی اُمیدیں ہیں اس نے وعدہ کیا ہے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ ایک جماعت قائم کریگا جو قیامت تک منکروں پر غالب رہے گی مگر یہ دن جو ابتلاء کے دن ہیں اور کمزوری کے ایام ہیں ہر ایک شخص کو موقعہ دیتے ہیں کہ وہ اپنی اصلاح کرے اور اپنی حالت میں تبدیلی کرے دیکھو ایک دوسرے کا شکوہ کرنا۔ دل آزاری کرنا اور سخت زبانی کر کے دوسرے کے دل کو صدمہ پہنچانا اور کمزوروں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا سخت گناہ ہے۔ اب تم میں ایک نئی برادری اور نئی اخوت قائم ہوئی ہے پچھلے سلسلے منقطع ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ نئی قوم بنائی ہے جس میں امیر غریب، بچے جوان۔ بوڑھے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ پس غریبوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں اور ان کی عزت کریں اور امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں ان کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھیں کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں۔"

(ملفوظات احمدیہ حصہ چہارم)

ہمارے اسلاف

سیرت حضرت عمرؓ کے چند اوراق

درویشی و پادشاہی کا مرقع

جہاں ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو خدا تعالیٰ نے وہ نرالی شان بخشی کہ دنیا کے کسی اور انسان کو وہ شان نصیب نہ ہوئی وہاں آپؐ کے صحابہ کرام رضہ کے فضائل و خصائل بھی ایسے عدیم المثال تھے کہ دنیا کی تاریخ میں اُن کی نظیر ڈھونڈھنا بے سود ہے۔ حضرت عمرؓ فاروق رضہ کے نام سے کون مسلمان واقف نہیں۔ آپ کے کارہائے نمایاں نے کس مسلمان کو قوت ایمان نہیں بخشی؟ آپ کے عدل و انصاف، ایمان و اخلاص تدبر و حکمت اور عقل و ذہانت نے کس بڑے سے بڑے دشمن سے خراجِ تحسین وصول نہیں کیا؟ اور آپ کے زمانہ کی تاریخ لکھتے ہوئے کون مورخ ایسا ہے، مسلم یا غیر مسلم، منصف یا متعصب جس نے آب زر کو سیاہی نہ بنایا ہو؟ سچ تو یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضہ نے اسلام اور مسلمانوں کی عظیم الشان خدمات انجام دیں اور دین محمدی کی شان کو ایسا بلند کیا کہ ہم قیامت تک نہ ان کو فراموش کر سکتے ہیں اور نہ ان کی نظیر لا سکتے ہیں۔ وہ ایسی خدمات تھیں کہ اگر دنیا میں ایک اور عمر پیدا ہو جاتا تو اس وقت صفحۂ ہستی پر صرف اسلام ہی ایک مذہب ہوتا اور مسلمان ہی ایک قوم۔

سیرتِ عمر رضہ کی داستان کے متحمل اخبار کے چند اوراق نہیں ہو سکتے اس کے لئے دفتر درکار ہے۔ اس مختصر سے مضمون میں ہم صرف فاروقِ اعظم رضہ کی سیرت کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے اور وہ بھی بڑے اختصار کے ساتھ اس وقت ہم حضرت عمر کی زندگی کے چار پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔

۱۔ عمر رضہ بحیثیت ناظم ملک (۲) عمر رضہ بحیثیت کمانڈر انچیف یا قائدِ اعظم
۳۔ عمر بحیثیت امیر المومنین (۴) عمر رضہ بحیثیت ایک مسلمان۔

ملکی انتظام خلافتِ عمرِ فاروقؓ میں مسلمان اتنی وسیع مملکت کے مالک ہو چکے تھے کہ اس کا انتظام بڑی طاقت اور قابلیت کا محتاج تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضہ نے نہ صرف اس وسیع سلطنت کے انتظام کو احسن طریق پر انجام دیا بلکہ ایسی ایسی باتیں ایجاد کیں اور انتظام کے سلسلہ میں ایسی تجاویز کو رواج دیا جن سے نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم حکومتیں بھی اس سے قبل ناآشنا تھیں۔ خلافتِ ثانیہ میں جو باتیں اور نئی ایجادیں مختلف صیغوں میں رائج ہوئیں مورخین کے نزدیک اولیت سے تعبیر کی جاتی ہیں۔ اور اس اولیت اور قابلیت کا سہرا حضرت عمرؓ کے سر ہے۔ ذیل میں ان تمام باتوں کو نقل کیا جاتا ہے جو حضرت عمرؓ نے رائج کیں

ممالک مقبوضہ کی صوبوں میں تقسیم، بیت المال یا خزانہ کا قیام۔ عدالتوں اور قاضیوں کا تقرر فوجی دفتر کی باقاعدہ ترتیب۔ والنٹیئر کور یعنی ٹیریٹوریل فورس کا قیام۔ پیمائش کا جاری کرنا۔ تاریخ اور سنہ ہجری کا قیام۔ مردم شماری۔ نہریں کھدوانا۔ شہروں کا آباد کرنا۔ صیغہ محاصل اور دفتر مال کا قیام۔ پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ یا نظارت نافعہ کا قیام۔ پولیس کا قیام اور صیغہ تعلیم اور صیغہ مذہبی کا قائم کرنا۔

افسرانِ ملکی:۔ حضرت عمر رضہ نے مفتوحہ ملک کو آٹھ صوبوں میں تقسیم کیا یعنے مکہ۔ مدینہ۔ شام۔ جزیرہ۔ بصرہ۔ کوفہ۔ فلسطین اور مصر۔ ایران کی سلطنت پہلے ہی تین صوبوں میں منقسم تھی یعنے فارس خراسان اور آذربائیجان۔ چنانچہ یہ تقسیم بحال رہی ملک کے انتظام کے لئے حضرت عمر رضہ نے ہر صوبہ کے اندر جو افسران مقرر کئے ان کی تفصیل یہ ہے (۱) والی یا گورنر (۲) کاتب یا میر منشی (۳) کاتب دیوان یا فوجی دفتر کا میر منشی (۴) صاحب الخراج یا کلکٹر (جس کے ماتحت ہر پرگنہ میں تحصیلدار وغیرہ کام کرتے تھے۔) (۵) صاحب الاحداث یا انسپکٹر جنرل پولیس۔ صاحب بیت المال یا افسر خزانہ (۷) صدر الصدور، قاضی۔ منصف وغیرہ۔

افسروں اور عاملوں کو ھدایات

اس بات کی تو تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عمر رضہ کے زمانہ میں ہر طرف امن و امان تھا۔ رعایا خوشحال تھی اور تہذیب و تمدن میں دن بدن ترقی ہو رہی تھی۔ اس تمام ترقی و خوشحالی کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمرؓ ایسے افسر مقرر کرتے تھے جنہیں اپنی ذمہ داری کا پورا پورا احساس ہو جو عادل اور منصف مزاج ہوں۔ اور جنہیں اس بات پر یقین ہو کہ ان سے ان کے افعال کی بازپرس ہو گی حضرت عمر رضہ اگر کسی عامل یا افسر کے خلاف شکایت سن پاتے تو فوراً اس کی تحقیق کرتے اور اگر افسر واقعی مجرم ہوتا تو اس کو قرار واقعی سزا دیتے۔ حضرت عمرؓ کا عاملین پر اس قدر رعب تھا کہ کوئی اپنے فرائض میں کوتاہی کی جرأت نہ کرتا۔ جب کسی کو گورنر یا افسر مقرر فرماتے تو یہ ہدایت دیتے۔

"یاد رکھو کہ میں نے تم کو امیر اور سخت گیر مقرر کر کے نہیں بھیجا بلکہ امام بنا کر بھیجا ہے۔ کہ لوگ تمہاری تقلید کریں تم مسلمانوں کے حقوق ادا کرو ان کو زدوکوب نہ کرو کہ وہ ذلیل ہوں۔ ان کی بے جا تعریف نہ کرو کہ غلطی میں پڑیں ان کے لئے اپنے دروازے بند نہ رکھو کہ زبردست کمزور کو کھا جائیں۔ ان سے کسی بات میں اپنے آپ کو ترجیح نہ دو کہ یہ ان پر ظلم کرنا ہے۔" (الفاروق جلد دوم صفحہ ۲)

اس کے علاوہ ہر عامل سے عہد لیا جاتا تھا کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو گا باریک کپڑا نہ پہنے گا۔ چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔ دروازے پر دربان نہ رکھے گا۔ اور اہلِ حاجت کی ہمیشہ حاجت روائی کریگا۔ تمام عمال کو حکم تھا کہ ہر سال حج کے موقعہ پر حاضر ہوں۔ حج کی تقریب پر تمام اطراف کے مسلمان جمع ہوتے تھے اور حضرت عمر رضہ وہاں اعلان فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو اپنے عمال کے خلاف شکایت ہے تو پیش کرے اور پھر لوگوں کی شکایات پر عمال سے بازپرس کرتے۔ ایک دفعہ ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا کہ فلاں عامل نے مجھے بے قصور ۱۰۰ کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمر رضہ نے مستغیث کو حکم دیا کہ وہیں مجمع عام میں عامل کے ۱۰۰ کوڑے لگائے۔ حضرت عمرو بن العاص نے آپ کو سمجھایا کہ یہ بات عاملوں پر گراں گزرے گی لیکن عدل فاروق کے سامنے اُن کی پیش نہ گئی اور بالآخر عمرو بن العاص نے اس شخص کو دو صد دینار دے کر اس عامل کا قصور معاف کرایا۔

(ماخوذ)

از قلم: مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درسِ قرآن — سبق ۵۳

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ؕ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

(آل عمران ۳ - آیات ۵ تا ۷)

ترجمہ :- "یقیناً اللہ تعالیٰ پر نہ زمین میں کوئی چیز چھپی ہے اور نہ آسمان میں۔ وہی ہے جو تمہاری تصویریں رحموں میں بناتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔ وہی، جس نے تجھ پر کتاب اتاری اس میں سے (کچھ) محکم آیتیں ہیں جو کتاب کی ماں (یعنے اصل) ہیں۔ اور کچھ اور متشابہ ہیں پھر جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو متشابہ ہے فتنہ پیدا کرنے کے لئے اور یہ چاہتے ہوئے کہ اُن کی (مَن مانی) تاویلیں کریں۔ اور اس کی کوئی تاویل نہیں جانتا سوائے اللہ کے، اور ان کے جو علم میں پختہ ہیں، وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور عقل والوں کے سوا کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا۔"

یہ سورۃ آلِ عمران کی ۵ تا ۷ آیات ہیں۔ ان سے قبل کی آیات ا تا ۴ کی تفسیر میں نے پچھلے درس میں کی تھی۔ اُن آیات میں ذکر تھا قرآن سے پہلی الہامی کتابوں کا حالانکہ وہ اپنے وقت کے لوگوں کے لئے ہدایت تھیں مگر ان کے ماننے والے آج ہدایت یا سیدھے راستہ پر نہیں رہے (اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ آج اپنے دینوں پر عمل کرنے کے باوجود اللہ تعالےٰ کو پا نہیں سکتے جس کو پانے کا نشان ہمیشہ یہ رہا ہے کہ اُن سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا تھا) پر چونکہ اب اُن دینوں میں باطل مل گیا اس لئے حق اور باطل میں فرق کر کے دکھانے اور حق کو تا ابد قائم کرنے کے لئے یہ قرآن نازل ہوتا ہے مگر قرآن کو ماننے والوں کو وہ غلطی نہیں کرنی چاہیئے جو پچھلوں نے کی تھی جس کا ذکر آگے آئیگا کہ انہوں نے محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہ آیات کا پیچھا کیا اور اُن کی مَن مانی تاویلات کر کے نہ صرف خود حق سے گمراہ ہو گئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا بلکہ اختلافات بھی پیدا کئے۔

مزید تفسیر سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ محکم اور متشابہ آیات سے کیا مُراد ہے ؟ حضرت امام راغب نے محکم کی تعریف کی ہے کہ "محکم وہ ہے جس میں لفظ اور معنی کی حیثیت سے کوئی شبہ وارد نہ ہو۔" مثلاً اللہ تعالیٰ کی توحید یا اعمال کی جزا و سزا کے بارہ میں قرآن حکیم کی آیات ایسی واضح اور یکساں ہیں کہ اُن کے بارہ میں کوئی شبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور "متشابہ" آیات ایسی ہیں کہ ان کے ایک سے زیادہ معنی کئے جا سکتے ہوں جو ایک دوسرے کے مشابہ تو ہوتے ہیں مگر ان کی تاویل بجائے محکم آیات کی روشنی میں کرنے کے جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہو وہ من مانی تاویلیں کر کے اختلافات اور حق بات سے پھر جانے یا فتنہ کی صورت پیدا کر دیتے ہیں۔ مثلاً انجیل میں خدائے واحد کی صاف اور واضح تعلیم اور تاکید ہے۔ جب حضرت عیسٰےؑ سے پوچھا گیا کہ سب حکموں میں اول حکم کیا ہے تو "یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے۔ اے اسرائیل سُن. خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔" تو پوچھنے والے فقیہہ نے اُس سے کہا "اے استاد! بہت خوب! تُو نے سچ کہا کہ وہ ایک ہی ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔" (مرقس باب ۱۲- آیات ۲۹ و ۳۲) - مگر چونکہ دُوسری جگہ انہوں نے خدا کو "باپ" کے لفظ سے پکارا یا کہیں اپنے آپ کو "خدا کا بیٹا" کہا تو یہودیوں نے یہ الزام لگا کر کہ یہ خود خدا ہونے کا دعوٰی کرتا ہے انہیں سنگسار کرنا چاہا تو حضرت عیسٰےؑ نے اس کا خود جواب دیا کہ کیا تمہارے بڑے خدا نہ کہلائے تھے (جیسا کہ تورات کی کتاب زبور میں بطور مجاز نیک لوگوں کے لئے لفظ خُدا بلکہ الٰہ آیا ہے "میں نے تو کہا کہ تم الٰہ ہو اور تم سب حق تعالےٰ کے فرزند ہو" (۸۲ : ۶) تو میں نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا انہی معنوں میں کہہ دیا تو تم کہتے ہو کہ میں کفر بکتا ہوں۔ (یوحنا ۱۰ - ۳۴ تا ۳۶) پھر ساری عمر حضرت عیسٰےؑ اپنے آپ کو "ابنِ آدم" کہتے رہے اور دو انجیلوں میں اُن کے شجرہ نسب میں اُن کے ماں اور باپ انسان (یوسف نجّار) لکھے ہوئے ہیں۔ مگر بعد میں پولوس اور دوسروں نے حضرت عیسٰےؑ کو بطور مجاز یا استعارہ اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہنے کا یہ فائدہ اٹھایا کہ انہوں نے حضرت عیسٰےؑ کو نہ صرف سچ مچ کا خدا کا بیٹا بلکہ خدا (تین میں سے ایک) بنا ڈالا۔ یہی وہ دلوں کی کجی اور متشابہ آیات کی من مانی تاویل کر کے حق سے گمراہ ہو جانا یا فتنہ کھڑا کرنا ہے کہ آج دنیا میں سب میں زیادہ تعداد میں لوگ اسی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

میں نے عیسائیت کے حوالے سے محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہ آیات کی اتباع کرتے ہوئے اور من مانی تاویل کر کے گمراہ ہو جانے یا اختلاف

پیدا کرنے کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ اسی سورت آلِ عمران میں عیسائیت کے عقائد کا ذکر آئیگا ۔ مگر اس سے پہلے جو قرآن کریم نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ بیماروں کو چنگا کر دیتے تھے یا مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے یا پرندے پیدا کر دیتے تھے تو وہ سبھی مجاز اور استعارہ کے رنگ میں آیا ہے کیونکہ قرآن حکیم کی محکم آیات ہیں کہ جسمانی بیماروں کو شفا دینا یا مُردوں کو زندہ کرنا یا کسی بھی مخلوق کو پیدا کرنا صرف اللہ تبارک و تعالٰے کا کام ہے اور ان معاملات میں اس کا کوئی شریک نہیں ۔ حضرت عیسٰےؑ کے لئے کیوں قرآن حکیم نے بطور مجاز یا استعارہ یہ باتیں فرمائی ہیں ۔ اس کی تفصیل تو میں انشاءاللہ اُن مقامات کی تفسیر کرتے ہوئے کروں گا مگر اس بات کا یہاں ذکر میں اس لئے کر رہا ہوں کہ بدقسمتی سے ہمارے مفسرین نے قرآن حکیم کے محکمات اور متشابہات کے فرق کو سمجھو لئے ہوئے حضرت عیسٰےؑ کی ان باتوں کو ظاہری رنگ میں لے کر عیسائی پادریوں کے ہاتھوں میں ایک کاری ہتھیار پکڑا دیا تھا کہ وہ قرآن کے حوالے سے کہ یہ اعجاز تو صرف خُدا کر سکتا تھا تو حضرت عیسٰےؑ نے بھی کئے تو وہ نعوذ باللہ خدا تھے وہ پادری مسلمانوں کو عیسائی بنالیں ۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب پہلے انسان ہیں جنھوں نے اس معاملہ کو صاف کر کے عیسائی پادریوں کے دانت کھٹے کیا توڑ دیئے ۔

قرآن کریم میں پیشگوئیاں جو علم غیب پر مبنی ہوتی ہیں وہ زیادہ تر متشابہ آیات کی شکل میں ہیں ۔ اور ان کو متشابہ صورت میں رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ اُن کے معانی نہیں کھلتے جب تک کہ وہ پوری نہ ہوں ۔ اس کے دو فائدے ہیں اوّل تو یہ کہ کوئی مفتری یا جھوٹا انسان ان غیب کی پیشگوئیوں کو اپنے پر نہیں لگا سکتا کیونکہ جب معنی ہی معلوم نہیں تو ان کا ناجائز فائدہ کس طرح اٹھایا جا سکتا ہے ۔ دوم جب وہ پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں تو وہ قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے اور رسول اللہ صلعم کی صداقت پر زبردست ثبوت مہیا کرتی ہیں ۔

دوسری قسم کی وہ متشابہ آیات ہیں جن کے معانی کھولنے کے لئے قرآن حکیم کے ایک ریسرچ کرنیوالے کو خود قرآن حکیم کی محکم آیات کے اندر رہ کر ان کی تفسیر کرنے کے لئے محنت اور کاوش کر کے ، اپنے دماغ کو لڑا کر ، اور خود اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعاؤں سے سمجھنے کی التجا کر کے جب ان معانی پر سے اللہ تعالیٰ پردہ اٹھاتا ہے تو نہ صرف وہ مفسر بے اختیار اللہ تعالیٰ کے حضور میں گر کر اقرار کرتا ہے کہ سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم" تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں ملتا سوائے اس کے جو تو ہمیں دیتا ہے ۔ بے شک تو تمام علوم رکھنے والا ، حکمتوں کو جاننے والا ہے ، اور ایک دنیا ان انکشافات سے مستفید ہوتی ہے ۔ اور قرآن کے منجانب اللہ ہونے اور اس کے اندر لا انتہا خزانوں اور معرفتوں پر اُن کا ایمان بڑھتا ہے ۔ یاد رہے کہ جس طرح دنیاوی علوم میں انسان کا ذہن نشوونما نہیں پا سکتا جب تک کہ انسان محنت اور کاوش کر کے ان علوم کے مخفی خزانوں کو نہ نکالے ، دینی اور باطنی علوم کا بھی یہی حال ہے ۔ اگر میں دنیاوی علم سے ایک مثال دوں تو آپ کو سمجھنا آسان ہوگا ۔ اللہ تعالٰے نے بجلی کو تو خود بنایا اور اس کے اصول مقرر فرمائے مثلاً مثبت اور منفی یا A.C یا D.C یا اس کے اور خواص مقرر فرمائے ۔ وہ محکم اور بنیادی اصول ہیں اور وہ دینی علم کے محکمات کے مقابلہ پر بجلی کی محکمٰت ہوتی ہیں ۔ مگر بجلی کو خود بنا کر اللہ تعالٰے نے انسان کو موقعہ دیا کہ وہ اپنی محنت اور کاوش اور خدا داد عقل کو استعمال کر کے بجلی کی وہ تمام چیزیں بنالے جن سے دنیا کو آج اس قدر فائدہ پہنچ رہا ہے ۔ تو بجلی کی تمام چیزوں کے علوم بجلی کے علم اور اصولوں کے ماتحت ہوتے ہیں اور بجلی کے علم میں سے اسی طرح پیدا ہوتے ہیں جس طرح متشابہات محکمٰت کے ماتحت ہوتی ہیں اور محکمٰت میں سے ایک رنگ میں پیدا ہوتی ہیں ۔ انسان کے اعمال کا نیک یا بد ہونا یا انسان کی ان کے بارہ میں اللہ تعالٰے کے سامنے جوابدہی یہ محکمٰت میں سے ہے مگر جنت یا دوزخ جو اِن اعمال سے پیدا ہوتی ہیں ان کا تمام بیان متشابہات کے رنگ میں ہے اور مرنے کے بعد ہی ان متشابہ باتوں پر سے اپنے وقت پر پردہ اُٹھے گا ۔ اسی لئے مثلاً جنّت کی نعمتوں کے بارہ میں اللہ تعالٰے سے علم پا کر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ انہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ، نہ کسی کان نے سنا نہ کسی قلب میں سے ان کا گذر ہوا ۔ مگر دنیا کی نعمتوں سے ان کو کچھ مشابہت ہے تبھی تو جنت کی نعمتوں کے پہلے ذکر میں ہی فرمایا واتوا به متشابھا ط (البقرۃ۲ ـ ۲۵) کہ وہ دنیا کی نعمتوں سے مشابہ ہوں گی ۔ دنیا کی زندگی میں انہیں سمجھانے کے لئے لازمًا متشابہ زبان میں رکھنا پڑا تبھی تو فرمایا کہ مثل الجنة التی وعد المتقون (محمد۴۷ ـ ۱۵) کہ انہیں سمجھانے کے لئے مثال دینا پڑی ۔ مثلاً جنت میں شہد اور دودھ کی نہروں کا ذکر اصلی معنوں میں ہرگز نہیں بلکہ متشابہ الفاظ میں ہے ۔ اور قرآن کے مفسر پر اس کی کاوش اور محنت اور دعا کے نتیجہ میں ان متشابہات کے معنے کھولے جاتے ہیں جب ان کا ذکر آئیگا تو اس پر انشاءاللہ روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا ۔

اوپر کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن حکیم میں (۱) متشابہات میں بہت سا علم غیب ہوتا ہے جو (۲) قرآن کی محکمٰت میں سے ہی وقت آنے پر پیدا ہوتا یا ظاہر ہوتا ہے ۔ اب ان دو باتوں کو ذہن میں رکھ کر ہم آج کے درس کی طرف آتے ہیں ۔ پہلی آیت میں تو فرمایا کہ انّ الله لا یخفی علیه شیء فی الارض ولا فی السمآءِ ۰ اللہ پر نہ زمین میں کوئی چیز چھپی ہے نہ آسمان میں ۔ زمین اور آسمان اور جو کچھ ان کے اندر ہے وہ انسانوں کے لئے مخفی ہوتا ہے جب تک کہ وہ مخفی علم ظاہر نہ ہو جائے ۔ مگر اللہ تعالٰے جس نے ان سب کو بنایا ہے اس کے لئے کوئی چیز یا آسمانوں زمینوں کا کوئی علم مخفی نہیں ہو سکتا ۔ اور وہ کیسے مخفی ہو سکتا ہے جب اُس نے اُن کے ظاہر اور باطن دونوں کو بنایا ہے ۔ اسی طرح جو ماضی یا حال میں زمین پر ہوا اس کا علم بھی اللہ تعالٰے کو ہے جو اُن کا عینی شاہد ہے بلکہ جو مستقبل میں ہونا ہے اور وہ اللہ تعالٰے کی تقدیر کے بموجب ہونا ہے وہ انسان کے لئے تو ابھی آسمان پہ ہے مگر اللہ تعالٰے سے وہ مخفی نہیں ۔ سائنس نے آج آن کر بنایا ہے کہ ماضی ۔ حال اور مستقبل انسان کے لئے بطور واقعات کے پیدا ہوتے ہیں مگر دراصل وہ تمام وقت موجود رہتے ہیں ۔

اس حیرت انگیز انکشاف کے لئے دیکھئے صفحہ ۴۷ کتاب "دی یونیورس اینڈ ڈاکٹر آئن سٹائن"، جس کے مصنف کا نام لنکن بارنٹ ہے۔ قرآن کے علم و حکمت پر انسان عش عش کر اٹھتا ہے۔ قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کے علم کو کتاب سے تشبیہ دی ہے۔ جو صفحہ اس کتاب کا کھلا ہوتا ہے وہ حال ہوتا ہے۔ اس کے پہلے کے صفحات ماضی ہوتے ہیں اور اگلے صفحات مستقبل ہوتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ بیک وقت اور ہر آن کھلے ہوتے ہیں جس طرح کتاب اپنے تمام صفحات پر محیط ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ماضی، حال اور مستقبل پر بیک وقت حاوی ہوتا ہے۔ انسان کے لئے اگلے پچھلے صفحات آنکھ سے اوجھل ہوتے ہیں۔ مگر کتاب کے لئے جو ان تمام صفحات پر احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے تمام صفحات یکساں ہیں۔ وہ انسان کی آنکھ سے نہیں دیکھ رہی ہوتی ہے بلکہ اپنی آنکھ سے جس کے آگے تمام صفحات موجود ہوتے ہیں۔ اس دقیق ترین مسئلہ کو کیا آسان تشبیہ دیکر سمجھایا ہے!

اللہ تعالیٰ کے محیطِ کل علم کا یہاں کیوں ذکر فرمایا ہے؟ آگے قرآن میں محکمات اور متشابہات کا ذکر آئیگا۔ دونوں رنگوں میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم دیا ہے۔ محکمات تو انسان کی آنکھوں کے آگے کھلے صفحہ کی طرح ہیں۔ مگر متشابہات ان بند صفحوں کی طرح ہیں جو انسان سے تو مخفی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے لئے کھلے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تو بند صفحہ کو پلٹ کر انسان کی آنکھوں کے آگے کھول دیتا ہے۔

اس سے اگلی آیت بھی عجیب تر ہے: ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشآء لا الٰہ الا ھو العزیز الحکیم ٥ "وہی اللہ ہے جو تمہاری تصویریں رحموں میں جس طرح چاہتا ہے بناتا ہے۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔"

اب یہ مسلّمہ ہے کہ کوئی انسان اپنی اولاد کی شکل نہ خود بنا سکتا ہے نہ لیڈی ڈاکٹر یا دائی کی مدد سے گھڑ سکتا ہے۔ وہ بچہ جو ماں کے رحم میں مخفی ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے مخفی نہیں ہوتا اور وہی جس طرح چاہے اس کی شکل بناتا ہے۔

اور کیا عجب بنانے والا ہے کہ بالکل ایک ہی تعداد کی ہڈیوں اور پٹھوں اور گوشت پوست سے ایسی شکلیں بناتا ہے کہ کوئی دو انسان بلکہ توام بچے بھی بالکل ایک جیسے نہیں ہوتے۔ فرمایا کہ وہ تمہاری شکل بنانے والا ہی تمہارا الٰہ ہے جس کے معنی میں بتا آیا ہوں کہ معبود (جس کی فرمانبرداری کی جائے) محبوب (فرمانبرداری جو اللہ تعالیٰ کو محسنِ اعظم جانتے ہوئے محبت سے کی جائے تبھی بہترین فائدہ ہوتا ہے نہ کہ چٹی سمجھ کر کی جانے والی فرمانبرداری سے) اور مطلوب و مقصود (کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کر کے ہی الٰہ ملتا ہے جس کو پانا انسان کی زندگی کا مقصد ہے) تو الٰہ کا ذکر یہاں کیوں فرمایا؟

قرآن حکیم نے وہ علم دیئے ہیں جو کہیں اور سے نہیں مل سکتے۔ جس طرح ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے اور اس کی شکل بن رہی ہوتی ہے انسان کے جسم کے اندر اس کی روح شکل اختیار کر رہی ہوتی ہے۔ اور موت (یعنے جسم کے مرنے) پر وہ روح جو اب "النفس" یعنے ایک شخصیت بن گئی ہوتی ہے اگلے عالم میں اسی طرح پیدا ہوتی ہے جس طرح بچہ اس عالم میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے مر کر بظاہر ختم ہو جانے پر اگلے عالم میں چلے جانے کے بارہ میں جو لوگ شک کرتے ہیں انہیں قرآن حکیم پہلی بات یہ فرماتا ہے کہ جس نے پہلی دفعہ تم کو پیدا کیا وہ کیا دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔ تو لفظ الٰہ یہاں لانے میں یہ حکمت ہے کہ اسی نفس کی شکل اچھی بنتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں عمر گزارے اور اُسے راضی کرنا اور پانا اس کی زندگی کا مقصد رہا ہو۔

مگر اس آیت مبارکہ کا ایک اور بہت اعلیٰ مفہوم اگلی آیت سے متعلق ہے۔ اگلی آیت میں قرآن میں محکمات اور متشابہات کے ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ محکمات "ماں" ہوتی ہیں اس کتاب کی۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ متشابہات ان محکمات سے وہی نسبت رکھتی ہیں جو بچے اپنی ماں سے رکھتے ہیں اور متشابہات کی شکل بنتی ہے۔ محکمات کے بطن میں جس طرح بچہ کی شکل ماں کے پیٹ میں بنتی ہے۔ اس لئے اگر متشابہات کے ایک سے زیادہ معنی وقتاً فوقتاً نکلتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا اعلیٰ ترین مظہر ہوتے ہیں۔ مگر جس طرح بچہ کی شکل ماں کے پیٹ کے اندر بنائی جاتی ہے کسی متشابہ آیت کے کوئی معنی مت کرو جو متعلقہ محکم آیت کے باہر ہوں۔ بلکہ وہ اس محکم آیت کے اندر رہتے ہوئے کرنا چاہئیں۔

اگلی آیت یوں ہے:۔ "وہی (اللہ ہی) ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اس میں سے (کچھ) محکمات ہیں جو کتاب کی ماں (کا حکم رکھتی) ہیں۔ اور کچھ متشابہ ہیں سو جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو متشابہ ہے فتنہ پیدا کرنے کے لئے اور یہ چاہتے ہوئے کہ ان کی (من مانی) تاویلیں کریں۔ اور اس کی کوئی تاویل نہیں جانتا سوائے اللہ کے، اور ان کے جو علم میں پختہ ہیں، وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور عقل کرنے والوں کے سوا کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا۔"

اس آیت کے بیشتر مضمون کی تفسیر میں پہلے ہی کر چکا ہوں صرف اس کے آخری حصہ کی تفسیر باقی ہے۔ فرمایا کہ متشابہ آیت کی تاویل سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم (اللہ) بتا آئے ہیں کہ محکمات بطور "ماں" کے ہیں۔ انہی کے اندر رہ کر متشابہ آیت کی تفسیر کرو۔ بالفاظ دیگر اس کتاب کی متشابہات کی تفسیر اسی کتاب کی محکمات کے ماتحت یا اندر رہ کر کرو۔ کیونکہ دونوں اللہ کے علم سے دی گئی ہیں اور ان میں تضاد ممکن نہیں۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ علم میں پختہ ہوں ان سے متشابہات کے معنی پوچھو۔ مگر اس فرمان کے عربی الفاظ میں آگے پیچھے دونوں طرف وقف لا کر اس فرمان کو دونوں طرف جوڑا ہے یعنے اول یوں کہ متشابہات کی تاویل یا تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور یا

وہ لوگ جو علم میں پختہ ہوں اور دوسری طرف جوڑ کر اس کے معنی یہ بنتے ہیں کہ وہ لوگ جو علم میں پختہ ہیں وہ محکمات اور متشابہات دونوں پر ایمان لاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ دونوں ہمارے رب کی طرف سے ہیں یعنے ہماری ربوبیت کے لئے ہیں (علمی اور روحانی تربیت کے لئے ہیں) اگرچہ فوراً کسی متشابہ آیت کے معنی نہ بھی اُن کے سمجھ آئیں یا یہ معنے بنے کہ جو لوگ علم میں پختہ ہیں وہ کس طرح متشابہ آیت کے معنی کرتے ہیں ؟ محکمات کی طرف لوٹا کر کیونکہ دونوں ہمارے رب کی طرف سے ہونے کی وجہ سے تطبیق رکھتے ہیں متضاد نہیں ہو سکتے۔ آخر میں فرمایا کہ عقل والے لوگوں کے سوا کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتا۔ عقل سے کام لو۔ خدا کے کلام میں تضاد کیسے ہو سکتا ہے ؟ اس لئے فروع کو اصول کے ماتحت رکھ کر قرآن کے دونوں قسم کے علموں سے فائدہ اٹھاؤ۔

چونکہ دلوں کی کجی نے دوسری تمام قوموں کو گمراہ کیا کہ وہ متشابہات کے پیچھے پڑ کر اور محکمات کو بھول کر من مانی تاویلیں کرنے لگے اس لئے اگلی آیت میں مسلمانوں کو دعا سکھائی کہ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ ج انک انت الوھاب ٥

"اے ہمارے رب ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا ہونے دینا اس کے بعد کہ تُو نے ہمیں ہدایت کی۔ اور اپنی جناب سے ہمیں رحمت (روحانی انعامات) عطا فرما۔ بے شک تو بہت عطا کرنے والا ہے۔"

اللہ کا فضل ہو تو ہی انسان دل میں کجی پیدا ہو جانے سے بچ سکتا ہے کیونکہ دلوں کے بھید اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بالآخر یہ خبردار کرنے کے لئے کہ دلوں کی کجی اور گمراہی قابلِ مواخذہ ہے اس رکوع کو اس آیت پر ختم فرمایا ہے:۔

"اے ہمارے رب تو ضرور لوگوں کو اس دن کے لئے جمع کرنے والا ہے جس میں کچھ شک نہیں ـ بے شک اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔"

وعدہ خلافی تو وہ کرتا ہے جو وعدہ پورا نہ کر سکے۔ اللہ تعالےٰ تو عزیز یعنے غالب اور اپنی مخلوق پر تمام قدرتیں رکھتا ہے اس کے لئے وعدہ پورا کرنا آسان ہے۔

—— ٭٭٭ ——

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا

ہر چیز میں خُدا کی ضیاء کا ظہور ہے ـــ پر پھر بھی غافلوں سے وہ دلدار دور ہے

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا ـــ اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

عاشق جو ہیں وہ یار کو مر مر کے پاتے ہیں ـــ جب مر گئے تو اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں

ناپاک زندگی ہے جو دوری میں کٹ گئی ـــ دیوار زہد خشک کی آخر کو پھٹ گئی

زندہ وہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں ـــ مقبول بن کے اس کے عزیز و حبیب ہیں

کلام الامام

رُوحِ اخوّت

ہماری جماعت کو چاہیئے کہ کسی بھائی کا عیب دیکھ کر اس کے لئے دعا کریں۔ لیکن اگر وہ دعا نہیں کرتے اور اس کو بیان کر کے دور سلسلہ چلاتے ہیں تو گناہ کرتے ہیں۔ کون سا ایسا عیب ہے جو دور نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہمیشہ دعا کے ذریعہ سے دوسرے بھائی کی مدد کرنی چاہیئے۔ ایک صوفی کے دو مرید تھے۔ ایک نے شراب پی اور نالی میں بے ہوش ہو کر گرا۔ دوسرے نے صوفی سے شکایت کی اس نے کہا تو بڑا بے ادب ہے کہ اس کی شکایت کرتا ہے اور جا کر اٹھا نہیں لاتا۔ وہ اسی وقت گیا اور اُسے اٹھا کر لے چلا۔ کہتے تھے کہ ایک نے تو بہت شراب پی لیکن دوسرے نے کم پی کہ اسے اٹھا کر لے جا رہا ہے۔ صوفی کا مطلب یہ تھا کہ تو نے اپنے بھائی کی غیبت کیوں کی۔ آنحضرت صلعم سے غیبت کا حال پوچھا تو فرمایا کہ کسی کی سچی بات کا اس کی عدم موجودگی میں اس طرح بیان کرنا کہ اگر وہ موجود ہو تو اسے بُرا لگے غیبت ہے۔ اور اگر وہ بات اس میں نہیں ہے اور تو بیان کرتا ہے تو اس کا نام بہتان ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے: ولا یغتب بعضکم بعضًا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتًا۔ اس میں غیبت کرنے کو ایک بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ جو آسمانی سلسلہ بنتا ہے ان میں غیبت کرنے والے بھی ضرور ہوتے ہیں اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر یہ آیت بے کار جاتی ہے۔ اگر مومنوں کو ایسا ہی مطہر ہونا تھا اور ان سے کوئی بدی سرزد نہ ہوتی تو پھر اس آیت کی کیا ضرورت تھی؟ بات یہ ہے کہ ابھی جماعت کی ابتدائی حالت ہے بعض کمزور ہیں جیسے سخت بیماری سے کوئی اٹھتا ہے بعض میں کچھ طاقت آگئی ہے پس چاہیئے کہ جسے کمزور پائے اُسے خفیہ نصیحت کرے۔ اگر نہ مانے تو اس کے لئے دعا کرے اور اگر دونوں باتوں سے فائدہ نہ ہو تو قضاء و قدر کا معاملہ سمجھے۔ جب خدا تعالےٰ نے ان کو قبول کیا ہوا ہے تو تم کو چاہیئے کہ کسی کا عیب دیکھ کر سردست جوش نہ دکھلایا جائے ممکن ہے کہ وہ درست ہو جائے۔ قطب اور ابدال سے بھی بعض وقت کوئی عیب سرزد ہو جاتا ہے القطب قد یزنی کہ قطب سے بھی زنا ہو جاتا ہے بہت سے چور اور زانی آخر کار قطب اور ابدال بن گئے۔ جلدی اور عجلت سے کسی کو ترک کر دینا ہمارا طریق نہیں ہے کسی کا بچہ خراب ہو تو اس کی اصلاح کے لئے وہ پوری کوشش کرتا ہے ایسے ہی اپنے کسی بھائی کو ترک نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس کی اصلاح کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ قرآن کریم کی یہ تعلیم ہرگز نہیں ہے کہ عیب دیکھ کر اسے پھیلاؤ اور دوسروں سے تذکرہ کرتے پھرو۔ بلکہ وہ فرماتا ہے کہ "وہ صبر اور رحم سے نصیحت کرتے ہیں۔" مرحمہ یہی ہے کہ دوسرے کے عیب دیکھ کر اسے نصیحت کی جاوے اور اس کے لئے دعا بھی کہ دعا میں بڑی تاثیر ہے۔"

(الحکم ۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء صفحہ ۹)

از قلم: مکرم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب لندن

حضرت اقدس نے خدا کی ہستی کو زندہ ہستی کے طور پر پیش کیا

خدائی تحریکات کی آخری کامیابی خدا تعالے کا ازلی ابدی قانون ہے

۔ اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون ..... وھو السمیع العلیم (سورۃ الانبیآء ۱تا۴)

یہ آیات سورۃ شریفہ الانبیآء کی ہیں ان میں یہ ذکر ہے کہ جب ہم کسی اصلاح کیصورت کرتے ہیں تو ہم اس طریق اصلاح میں انذار کا پہلو بھی اختیار کرتے ہیں کہ جب تک تم اپنی غفلت و سستی کو نہیں چھوڑو گے اصلاح و فلاح اور راستی کی راہ اختیار نہیں کرو گے تو تمہارا انجام برا ہوگا۔

اس تعلیم کے مقابلہ پر جو لوگ دشمنی کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں پہلے وہ ہنسی مخول اور ٹھٹھے سے کام لیتے ہیں۔ مامور خدا کی تعلیم و تلقین اور نصیحت کو نظر انداز کر کے اس کو استہزاء میں اڑا دیتے ہیں اور لہو و لعب میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ جب مامور خدا کی کچھ کامیابی نظر آتی ہے تو پھر اس کی نسبت مختلف قسم کی قیاس آرائیاں شروع کر دیتے ہیں کوئی کہتے ہیں کہ اس کے دماغ میں خرابی ہے۔ اپنے الٹ پلٹ خوابوں کی بنا پر دعوے کرتا ہے، اور کوئی کہتے ہیں کہ یہ شخص دنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے عمداً خدا پر محض افتراء اور بہتان باندھتا ہے۔ کوئی کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے۔ اعلےٰ کلام پر قادر ہے اس لئے جو کلام اس کے منہ سے نکلتا ہے وہ اثر انگیز ہے۔

یہ ہیں مختلف قسم کی آراء جو ایک مامور من اللہ کی ہستی کے بارے میں اس کے مخالف قائم کرتے ہیں لیکن خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ پہلے بھی جب کبھی ہم نے نبی اور رسول اور مامور اپنی جناب سے اصلاح انسان کے لئے مبعوث کئے وہ مافوق انسانی ہستی کے مالک نہیں تھے۔ وہ فرشتے نہیں تھے۔ وہ کوئی دوسری مخلوق نہیں تھے وہ انسان ہی تھے اور جسمانی حوائج میں ہم آپ کی طرح تھے۔ ان کو وہ سب ضروریات انسانی لاحق تھیں جو دیگر انسانوں کو لگی ہوئی ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ ہم ان پر اپنی وحی نازل کرتے ہیں۔ فرمایا

ثم صدقنا ھم الوعد فانجینا ھم و من نشاء و اھلکنا المسرفین ○

آخر کار ہمارے وہ وعدے سچے نکلے۔ ہم نے ان مومنوں کو نجات دی اور زیادتی کرنیوالے تھے ان کو تباہ کر دیا۔

اس میں یہ نصیحت اور ذکر کے طور پر فرمایا کہ کاش تم عقل سے کام لو۔

اس زمانہ میں جب خدا تعالےٰ کے نزدیک یہ مقدر ہوا کہ دنیا میں فساد بڑھ جانے کی وجہ سے انسان کے اندر صفاتِ حسنہ مغلوب ہو رہی ہیں تو اس فسادِ عظیم کے پیش نظر اس زمانہ میں اپنے وعدۂ صادقہ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ...

یعنی صدی کے سرے پر ہم امت محمدیہ کی اصلاح و فلاح کے لئے ایک مامور مبعوث کیا کریں گے چنانچہ اس وعدۂ الٰہی کے مطابق اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اصلاح دین و امت کے لئے مبعوث فرمایا اور حضرت امام زماں نے ربانی فریضہ کو مستحکم طریق سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ایک جماعت بنائی جو ان مقاصد کی حامل ہے۔ جن کے لئے آپ کھڑے کئے گئے تھے۔

حضرت امام زماں نے نہ صرف اس جماعت کے سامنے مقصد غلبۂ اسلام رکھا بلکہ اپنے انفاس قدسیہ سے اس جماعت کے اندر وہ صفات اور خوبیاں پیدا کر دیں جو ایسے عالی مقاصد کے حصول کے لئے ضروری تھیں۔

چنانچہ ان صفات میں سب سے مقدم یہ ہے کہ آپ نے اپنے پیروؤں میں کامل ایمان ودیعت کیا اور اپنی تعلیمات کے ذریعہ سے خدا پر کامل اور پختہ ایمان پیدا کر دیا مادیت اور دہریت کے زمانہ میں خدا کا تصور ہی انسانی عقل و دماغ کو اجنبی محسوس ہونے لگا ہے اور وہ مذہب اور اس کی قدروں کی داستانِ پارینہ اور ٹھٹھا مخول سمجھتے ہیں لیکن حضرت امام زماں نے خدا کی ہستی کو زندہ ہستی کے طور پر پیش کیا۔ اور اسلام کو زندہ اور حقیقت و صداقت پر مبنی دین ثابت کیا نیز یہ یقین جاگزین کیا کہ دینِ اسلام دنیا میں غالب آئے گا۔ اسکو عقل و فلسفہ اور سائنس سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایک وقت تو یہ حالت تھی کہ اعلےٰ سے اعلےٰ تعلیم یافتہ مسلمان بھی اسلام کی حقیقتوں اور اس کی زندگی بخش تاثیرات سے منکر ہو رہے تھے۔ وہ سوچ ہی نہیں سکتے تھے کہ اس عقل و علم کے زمانہ میں بھی اسلام دنیا میں پھیل سکتا اور کوئی پڑھا لکھا انسان اس کو قبول کر سکتا ہے وہ احساسِ کمتری کا بُری طرح شکار تھے۔ کہ اسلام کو آج کوئی نہیں قبول کر سکتا۔

انتہائی مایوسی کے قنوط میں یقین کی زندگی

اس مایوسی اور بے چارگی کی حالت میں حضرت امام زماں اعلان فرماتے ہیں کہ وقت آگیا ہے کہ اسلام اب دنیا میں غالب آئے گا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں حضرت امیر مولانا صدرالدین مرحوم و مغفور اکثر یہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ آپ کو قادیان سے مولانا شبلی صاحب سے ملاقات کے لئے بھیجا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے مسلمانوں کی اصلاح اور دینی ترقی کے لئے مدرسہ قائم کیا۔ ہم نے پہلے پرانے تعلیم یافتہ طلبا کو لیا کہ وہ صحیح قسم کے مبلغ بن سکیں گے لیکن ان طلبہ میں تقاضۂ وقت کے مطابق تبلیغ کی قابلیت پیدا نہ ہو سکی۔ جو ہمارا

مقصد تھا۔ بعدازاں ہم نے انگریزی خواں لوگ لئے مگر ہم اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ انگریزی تعلیم نے دین و مذہب کے اصولوں اور عقائد کو ان کے دلوں سے مسخ اور محو کر دیا تھا۔ اس لئے ہم ان کے قلوب میں ایمان و یقین اور غلبہ دین کا کوئی جذبہ و ولولہ پیدا نہ کر سکے۔ لیکن اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ قادیان میں اعلیٰ سے اعلیٰ انگریزی خواں تعلیم یافتہ لوگ چلے گئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ دین و مذہب پر فریفتہ ہو گئے۔ ایک طرف حضرت مرزا صاحب کی تعلیم و صحبت سے ان میں غلبہ اسلام پر حتمی یقین و ایمان پیدا ہو گیا اور ان کے قلوب ایثار کے جذبہ سے سرشار ہو گئے یہاں تک کہ وہ اپنے دنیاوی مقاصد کو چھوڑ چھاڑ کر ہمہ تن تبلیغ دین کے لئے وقف ہو گئے۔ اور دوسری طرف انہوں نے نہایت کامیابی سے اشاعت اسلام کے ذریعہ ایک عالم میں اسلام کی تائید کے لئے ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ نمایاں فرق ہے جو حضرت اقدس نے اپنے پیروؤں کے دلوں میں ایمان کی پختگی اور جذبہ ایثار کے ساتھ پیدا کیا۔

دوسری صفت جو حضرت اقدس نے اپنی قوم کے اندر پیدا کی وہ ایثار و قربانی کی صفت ہے۔ یہ جماعت اس صفت میں اپنی نظیر آپ ہے اس جماعت کے ایثار و قربانی کی مثال آج کہاں مل سکتی ہے جبکہ آج لوگ ایمان کی دولت سے محروم ہیں۔ ان کے نزدیک روپیہ پیسہ ہی سب کچھ ہے حصولِ دولت کی دوڑ میں یوں گم ہیں کہ انہیں اپنی بھی خبر نہیں۔ اور زر کے سوا اور کسی بات کی ان کو سوچنے کی فرصت نہیں اور اگر ان کی توجہ کسی طرف نہیں تو وہ دینِ اسلام کی طرف نہیں کہ اس کی اشاعت و غلبہ کے لئے بھی ہمیں کچھ کرنا چاہیئے۔ ؎

ہر کسے در کار خود با دینِ احمدؐ کار نیست

والا معاملہ ہو رہا ہے۔

اسلام کی اشاعت و غلبہ کا جذبہ صرف خدا کے فضل سے جماعتِ احمدیہ میں ہی ہے جس کا اعتراف دوست و دشمن دونوں کو یکساں ہے جن کے قلوب ایمان کے نور اور ایقان کی دولت سے معمور ہیں اور وہ اپنا حلال اور گاڑھے پسینے سے کمایا ہوا روپیہ اس مال و دولت کی حرص کے زمانہ میں خدمت اسلام میں صرف کرتے ہیں۔ (جلسہ سالانہ ۸۳ء میں سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل پر دس لاکھ کے قریب روپیہ جمع ہوا)

مگر افسوس ہوتا ہے مسلمان بھائیوں کے طرزِ عمل پر کہ اگر وہ خدا کی راہ میں اسلام کی خدمت کا عزم کرتے ہیں تو جو اس سلسلہ میں رنگ اختیار کیا جا رہا ہے وہ تعمیری نہیں تخریبی ہے۔ اور یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی طرح جماعتِ احمدیہ کو ختم کر دیا جائے اور جس جگہ یہ کام کر رہی ہے وہ ہم اپنا لیں۔ حالانکہ تبلیغ اسلام کے لئے وسیع میدان پڑا ہے۔ اگر خدمت دین کا کام تعمیری راہوں سے کیا جائے تو کیا ہی اچھی بات ہے مگر اس بات پر انتہائی افسوس کرنا پڑتا ہے کہ تبلیغ بھی کرنے کی راہ اختیار کی جاتی ہے تو تخریبی اقدامات کو اختیار کیا جاتا ہے۔

قبولیت کیلئے تقویٰ اوّل شرط ہے: خداتعالیٰ کے ہاں تو وہی کام قبول ہوتے ہیں جن کی بنیاد تقویٰ پر ہو۔ اگر تقویٰ نہیں ہے تو کام بظاہر کتنا بھی خوبصورت و نیک و اعلیٰ نظر آئے وہ قابلِ قبول نہیں ہے جیسے قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

لمسجد اسس علی التقوٰی من اوّل یوم احق ان تقوم فیہ

جس کام کی بنیاد تقویٰ پر ہو اسی میں خدا کی رضا ہے جسے قبولیت حاصل ہوتی ہے اور اسی میں آپ کو شمولیت اختیار کرنا چاہیئے۔

جو لوگ اشاعتِ اسلام دنیا میں کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے اندر وہ صفات پیدا کریں جو اس مقصد کی مقتضی ہیں۔ یعنی قرآن کے اصولوں کی صداقت پر حتمی اور مکمل یقین ہو اس کے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اپنے اندر ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اور پھر اس زمانہ کے جو خاص مسائل ہیں ان پر گہری نظر ہو اور اُن کے نتائج و اثرات ان کے سامنے ہوں۔ یاد رہے کہ ان مسائل میں جب تک مسلمانوں کا نکتۂ نظر وہ نہیں ہو جاتا جو حضرت اقدس نے پیدا کیا تب تک اشاعتِ دین میں وہ کسی صورت کامیاب نہیں ہو سکتے۔ مثلاً مغرب میں حیاتِ مسیح کا عقیدہ لے کر تحریکِ اشاعتِ اسلام کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اس کے علاوہ یہ کہ خدا زندہ ہستی ہے اور وہ انسانوں سے ہمکلام ہوتی ہے دین کا یہ ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ اگر کوئی شخص یا مسلمان گروہ اس بات کا قائل نہیں کہ اب بھی خدا کا مکالمہ مخاطبہ اپنے بندوں کے ساتھ جاری ہے تو وہ کیسے اسلام کی اشاعت دنیا میں کر سکتا ہے؟ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو قرآن کی تفسیر کی ہے وہ عین زمانہ کی ضرورت کے مطابق کی ہے۔ اس زمانہ کی ضروریات کو سامنے رکھا۔ اس تفسیر کے بغیر کہیں بھی اسلام کی تبلیغ کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص یا گروہ آج دنیا میں تبلیغ اسلام کرنا چاہتا ہے تو انہیں چاہیئے کہ ان اصولوں کو اپنائیں جو احمدیت نے پیش کئے ہیں۔ اور وہ صفات اپنے اندر پیدا کر دکھلائیں۔

* * *

آپ کے عطیات کا بہترین مصرف

محمدؐ علی میموریل فری ڈسپنسری

دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

جو ایک قابل اور مستند ڈاکٹر کی نگرانی میں تقریباً دو سال سے دکھی انسانیت کی خدمت میں مصروف ہے۔ بستی کے علاوہ قرب و جوار کے مریض بھی دوا لینے کے لئے آتے اور بفضل تعالیٰ شفا پاتے ہیں۔ علاج معالجہ کی یہ سہولت مفت مہیا کرنا آپ کے عطیات کی بدولت ہے لہٰذا اپنے عطیات بھجوانا نہ بھولیئے۔

چوہدری ریاض احمد۔ صدر مقامی جماعتِ احمدیہ۔ لاہور

(بشکریہ مشرق میگزین)

پاکستان میں سگریٹ نوشی کے متعلق تشویشناک حقائق

گیارہ ارب روپے دھوئیں میں اڑا دیئے جاتے ہیں

(قسط ۱)

مجلس شوریٰ کے ایک اجلاس میں وزیر خزانہ نے بتایا کہ ۱۹۸۲ء ـ ۸۳ء کے دوران مالی سال میں پاکستان میں سگریٹ سازی کے مختلف کارخانوں سے چھتیس ارب اسی کروڑ سگریٹیں کلیئر ہوئی ہیں۔ اس کلیئرنس کے معنی یہ ہیں کہ محکمہ کسٹم کے انسپکٹروں نے اس قدر کلاس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ سگریٹوں کی اس تعداد میں وہ سگریٹ شامل نہیں ہیں جو کسٹم کے مراحل طے نہیں کر سکتی ہیں اور نہ وہ سگریٹ شریک ہیں جو ملک سے باہر کی سگریٹ فیکٹریوں سے کسی نہ کسی طور پر پاکستان میں درآمد کر لی جاتی ہیں۔ ایک اور بھی دلچسپ صورت ہے ذرا غور فرمایئے۔

پاکستان میں ساختہ سگریٹ خود پاکستان میں سمگل ہو کر آتے ہیں اور ارزاں قیمت پر دستیاب ہیں جس کے سبب ایکسائز ڈیوٹی کی صورت میں ہمارا خزانہ کروڑوں روپوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ افغان خریدار اپنے ملک کے لئے قانونی طور پر پاکستانی سگریٹ درآمد کرتے ہیں۔ پھر یہی سگریٹ صوبہ سرحد اور پنجاب کے بعض شہروں میں درآمد کئے جاتے ہیں اور مقامی مارکیٹ میں سستے داموں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ برآمدی سگریٹوں پر ۳۵ تا ۴۰ فیصد برآمدی ڈیوٹی عائد نہیں ہوتی۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ پاکستان کے کارخانوں سے سمگل ہونے والے سگریٹوں کی تعداد آٹھ دس ارب سے کم نہیں ہو سکتی۔ اگر ہم جناب محترم وزیر خزانہ صاحب ہی کے اعداد و شمار کو سامنے رکھیں اور پاکستان کی آبادی ۸ کروڑ قرار دیں تو اس وقت پاکستان میں ہر شخص چار سو ساٹھ سگریٹ سالانہ پھونک رہا ہے۔

ایک محتاط اندازہ یہ ہے کہ ہر سگریٹ کا ½ حصہ ضائع ہوتا ہے یعنی پیا اور پھونکا نہیں جاتا۔ سگریٹ کے بعض برانڈ قیمتی ہیں۔ اور بعض سستے اور جو سگریٹ غیر ملکی ناجائز طور پر درآمد ہوتے ہیں وہ سب سے مہنگے پڑتے ہیں۔ ان حالات میں ایک محتاط اندازے کے مطابق فی سگریٹ اوسطاً تیس پیسے پڑتی ہے۔

میں سگریٹ نوشی کے مضر صحت ہونے کے موضوع پر بعد میں گفتگو کروں گا ذرا پہلے ہم اس پر بھی غور کر لیں کہ ملت پاکستانیہ بہ حیثیت مجموعی سگریٹ نوشی پر مندرجہ بالا اخراجات کرنے کے بعد اپنا کس قدر وقت سگریٹ نوشی پر صرف کر رہے ہیں۔ ہم نے محتاط اندازہ لگایا ہے کہ ایک سگریٹ کو لطف اندوزی کے ساتھ پھونکنے میں اوسطاً پانچ منٹ صرف ہوتے ہیں اس اعتبار سے اعداد و شمار درج ذیل ہوتے ہیں۔

ایک کھرب چوراسی ارب منٹ

تین ارب چھے کروڑ چھیاسٹھ لاکھ چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ گھنٹے

بارہ کروڑ ستتر لاکھ ستتر ہزار سات سو ستتر دن

بیالیس لاکھ انسٹھ ہزار دو سو انسٹھ مہینے

تین لاکھ چوّن ہزار نو سو اڑتیس شخصی سال

دیا سلائی کا ہر شعلہ فضا میں سے اوکسیجن کو جذب کر کے جلا دیتا ہے اور پھر سگریٹ جب پانچ منٹ تک جلتی رہتی ہے تو اس سے بھی اوکسیجن صرف ہوتی رہتی ہے اور اوکسیجن جیسی جان افزا نعمت کا اس طرح جلنا اور صرف ہونا بجائے خود ایک ضیاع ہے مگر اس احتراق کے نتیجے میں فضا میں دھواں اور کاربن مونو اکسائیڈ کا پھیل جانا انتہائی مضر صحت ہے۔ ہم سگریٹ نوشی کی بدولت اپنے ماحول کی جان افزا اوکسیجن خرچ کر کے اور جواباً کاربن مونو اکسائیڈ اور مختلف دوسری گیسیں فضا میں شریک کر کے ایک انتہائی مضر صحت "تفریح" میں مبتلا ہیں۔

سگریٹ نوشی کے نتیجہ میں کم از کم ایک درجن مضر صحت گیسیں معرض وجود میں آ جاتی ہیں۔ ان میں مضر ترین کاربن مونو اوکسائڈ ہے جو ایک بے رنگ اور بے بو گیس ہے۔ اس گیس کا اثر براہ راست خون کے سرخ حصے پر ہوتا ہے۔ خون کا یہ سرخ جزو اوکسیجن جذب کر کے جسم کی ہر ساخت تک اسے پہنچا کر سامان حیات کرتا ہے۔ مگر جب اس پر سگریٹ نوشی کے نتیجے میں کاربن مونو اوکسائڈ کا حملہ ہوتا ہے تو اوکسیجن اور خون کا تعلق خراب ہو جاتا ہے اور کاربن مونو اوکسائڈ کو خون کی رگوں کو خراب کر دینے کا پورا موقع مل جاتا ہے۔ اور یوں امراض قلب کے پیدا ہونے کا سامان ہو جاتا ہے۔ کاربن مونو اوکسائڈ کے علی الرغم اب تازہ ترین دریافت یہ ہے کہ سگریٹ نوشی کے نتیجے میں ہائیڈروجن سائنائیڈ اور نائٹروجن سائنائیڈ بھی پیدا ہو جاتی ہیں کہ جو یقینی طور پر ہوائی نالیوں کو متاثر کرتی ہیں۔ اور پھیپھڑوں کے مسائل پیدا کرتی ہیں۔

عالمی ادارہ صحت کے مشیر مسٹر ایڈورڈ آرد نے صحت اور تمباکو نوشی پر پانچویں عالمی کانفرنس کے موقع پر ایک مضمون میں یہ پیشگوئی کی ہے اس مضمون میں سگریٹ نوشی کے عادی افراد کے متعلق جو اعداد و شمار دیئے گئے ہیں ان کے مطابق یورپ میں مردوں کے مقابلے میں عورتوں میں سگریٹ نوشی کا رجحان بڑھا ہے۔ البتہ امریکہ میں سگریٹ ترک کرنیوالوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ۱۹۵۹ء کے مقابلے میں یورپ میں سگریٹ نوش مردوں کی تعداد میں ۸۳۰۲ فیصد اضافہ ہوا ہے جو ۱۹۵۹ء کے مقابلے میں دوگنا ہے جبکہ سگریٹ نوش خواتین کی تعداد میں ۱۰۱ فیصد اضافہ ہوا ہے جو ۱۹۵۹ء کی نسبت ۵ گنا ہے۔ ۱۹۵۹ء میں اس تعداد میں اضافے کی حد ۲۰۵ فیصد تھی۔

(باقی آئندہ)

جالینوس کے قلم سے

حقائق دینی اور جدید سائنس کی ترقیات

ایک طرف جدید سائنیدانوں نے اپنی روزمرہ کی نت نئی ایجادات سے دورِ حاضر کے انسان کو عجیب ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے اور دوسری طرف دینی امور اور قرآنی ہدایات کے بارے میں صحیح راہنمائی کے فقدان نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے اب کوئی بھی شخص سائنیدانوں کے انسان کو چاند کی سطح پر اتار دینے سے انکار نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس امر سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ سائنیدانوں کا دعوٰے ہے کہ انہوں نے ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ بچہ کی پیدائش مکمل کی ہے۔ یہ حقائق ہیں جن سے انکار ممکن نہیں ہے۔ اب دیکھنا صرف یہ ہے کہ ان امور کو قدرتِ خداوندی کی عظمت اور مومنوں کے ذاتِ باری تعالیٰ پر ایمان میں زیادتی کا باعث ہونا چاہیئے یا اسے ابتلا میں پڑ کر گمراہی اور بے راہ روی اور انکار ذاتِ الٰہی پر منتج ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا فتنہ ہے کہ جب تک اس کا دفاع قرآنی تعلیم سے نہ کیا جائے گا بہت سے ایمان والوں کے ایمان ڈول جانے کے امکانات موجود ہیں۔ اور ایمانیات کا یہ مسئلہ مادیات سے بہت اہم ہے۔

* قرآن کریم کا دعوٰی ہے کہ تخلیق کائنات کا سزاوار محض رب العالمین ہے۔ یہ آسمان اور زمین اور ان میں پھیلے ہوئے لاکھوں کروڑوں وجود خواہ وہ جاندار ہیں یا غیر جاندار، انسان ہیں یا حیوان، سورج۔ چاند، ستارے۔ دریا، سمندر اور نباتات وجمادات تمام کو صرف اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا ہے۔ عدم سے وجود میں لانے والا اور نیست سے ہست کرنیوالا اور کن فیکون کے نظارے دکھانے والا محض اور محض رب السمٰوٰت والارض ہے اور جن جن کو بھی اس کے سوا خدائی کا مقام دیا جاتا ہے یا ان کی عبادت اور پرستش کی جاتی ہے اور خدا یا خدا کے بیٹے بنائے جاتے ہیں ان سب کو بھی خدا تعالےٰ نے ہی وجود بخشا ہے اور وہ اس امر کی ذرہ برابر بھی قدرت نہیں رکھتے کہ وہ کائنات کے کسی ایک ذرے کی بھی تخلیق کر سکیں کسی کو پیدا کر کے اسے زندگی دینی تو کجا وہ اپنی حیات و موت پر بھی قدرت نہیں رکھتے۔ خدا جب چاہے انہیں اس صفحہ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا سکتا ہے کہ وہ قادر و توانا خدا وہ واحد و یگانہ خدا تمام تر قدرتوں کا مالک ہے اور کوئی نہیں جو اس کی برابری کر سکے۔ ولم یکن لہٗ کفوًا احد۔

* اللہ تعالےٰ نے کس تحدّی سے بیان فرمایا ہے:۔

"ترجمہ:۔ اے لوگو میں ایک عجیب بات بتلاتا ہوں ذرا اسے غور سے سنو، وہ لوگ جنہیں تم خدا تعالےٰ کے علاوہ پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی بنانے پر قادر نہیں ہیں خواہ وہ سب کے سب جمع ہو جاویں اور اگر ان سے ایک مکھی کوئی چیز اٹھا کر لے جاوے تو وہ اسے واپس بھی نہیں لے سکتے کس قدر کمزور ہے مانگنے والا اور وہ جس سے مانگا گیا"

(سورۃ حج - ۷۴)

* پھر دوسرے مقام پر فرمایا:۔

"کیا وہ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ بھی خدا کی طرح پیدائش کر سکتے ہیں اور ان پر مخلوق مشتبہ ہو گئی ہے؟ ان سے کہدو کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ واحد قہار خدا ہے۔"

(سورۃ رعد - ۱۶)

جہاں تک تو چاند پر جانے اور وہاں ایک مہینہ تک انسان کے رہنے کا سوال ہے تو یہ ایک حقیقت ہے اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ:۔

"تم اس زمین میں زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور یہاں سے ہی تمہارا خروج کیا جائے گا"

* سائنیدان اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ چاند کی سطح پر جانے والے انسان کو اگر زمینی حالات اور فضا ایک گھڑی کے لئے بھی میسر نہ ہو تو وہ وہاں پر تو کیا راستہ میں بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہاں جانے والے کے لئے جانے سے قبل وہ تمام حالات مہیا کئے جاتے ہیں جو زمین پر زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔

اس امر سے خدا تعالیٰ کی بیان کردہ حقیقتوں پر ایمان راسخ ہوتا ہے جو اس کے پاک کلام میں صدیوں قبل بیان ہو چکی ہیں۔ اور سائنیدانوں نے جو جدید علوم میں ترقی کی ہے وہ بھی قرآنی ہدایات میں پہلے سے موجود ہے۔ خدا تعالےٰ کا ہی فرمان ہے کہ آسمانوں اور زمین میں غور و فکر کرو اور تدبّر اور عقل کو بروئے کار لاؤ تاکہ پوشیدہ علوم تمہارے سامنے کھل جاویں۔ یہ الگ بات ہے کہ جن کو کلام الٰہی میں مخاطب کیا گیا ہے انہیں یہ توفیق نصیب نہیں ہوئی اور غیروں نے اس میدان میں سبقت حاصل کی ہے اور "یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا"

* قرآنی آیات میں سینکڑوں مقامات پر یہ امر بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالےٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔ بطور مثال چند مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱: فرمایا:۔

"وہی ذات ہے جس نے ہر چیز کو اسکی خوبصورتی کے ساتھ بنایا ہے اور انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے کی ہے"

(سورۃ السجدہ - ۷)

۲: پھر فرمایا:۔

"ان سے کہو کہ ذرا دیکھو تو سہی کہ آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے اور خدا تعالیٰ کی نشانیاں اور اس کے انذار نہ ماننے والی قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے"

(سورۃ یونس - ۱۰۱)

۳۔ پھر تفصیل سے فرمایا:۔

"کیا وہ اپنے اوپر آسمان پر غور و فکر نہیں کرتے کہ ہم نے اسے کیسے بنایا ہے اور اسے مزین کیا ہے اور اس میں کوئی سوراخ بھی نہیں ہیں اور زمین کو دیکھو کہ کیسے پھیلایا ہے اور ہم نے اس میں پہاڑ رکھے ہیں اور ہر قسم کی خوبصورت جوڑوں کے ساتھ نباتات پیدا کی ہے۔۔۔"

(سورۃ قٓ۔ ۶۔۱۰)

* ایسے لاتعداد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات پر غور و فکر، تدبر اور علوم ارضی و سماوی میں تحقیق کی دعوت دی ہے۔ محض اس لئے کہ اس سے جلال الٰہی کا ظہور ہو اور اس کی ذات پر ایمان بڑھے

* اس امر میں بھی کوئی کلام نہیں کہ بعض اوقات ظاہری علم انسان کو سرکشی اور بغاوت کی طرف لے جاتا ہے جب انسان کو تھوڑی بہت علمی میدان میں کامیابی اور برتری نصیب ہوتی ہے تو وہ گمراہی اور کفر کی راہ اختیار کرتا ہے بالکل ایسے ہی جیسے ایک بندے کو خدا دولت سے مالا مال کرتا ہے تو وہ یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ یہ سب میرے اوصاف اور کمالات کا نتیجہ ہے اس طرح اس دور میں جب انسان کو فضائے آسمانی میں کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں اور جدید سائنس نے ان کے لئے آسمانی دروازوں کو کھولا ہے اور بند علوم کی کنجیاں انہیں مل گئی ہیں تو وہ بجائے وجود باری تعالیٰ پر ایمان میں زیادتی کرنے کے الحاد اور بغاوت کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔

* حقیقت یہ ہے کہ علوم آسمانی اور زمینی کی فتوحات کا منبع صرف قرآن کریم کا بتلایا ہوا راستہ اور آیات قرآنی میں بیان کردہ علم اور اس علم پر چلنے کے لئے رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور آپ کی سنّت ہے۔ اور اسی کا نام دین ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے حقائق کوئی سائنس اور کوئی علم بغیر دین کے مقبول نہیں ہے۔ اور کوئی دین بغیر علوم کے روشنیاں مہیا نہیں کر سکتا بقدرتِ خداوندی کے عطا کردہ دو مضبوط بازو ہیں جن پر یہ کائنات قائم ہے اور انسان خدا کی عطا کردہ خلافت علی الارض کا حق اسی رنگ میں ادا کر سکتا ہے کہ وہ جہاں تک بھی ممکن ہو سکے دین کی بنیادوں پر قائم ہو کر علوم میں ترقیوں کی منازل کو طے کرے اور اس کائنات کے رموز و اسرار اور حقیقتوں میں معرفت حاصل کرے۔

* ایک مومن اس وجہ سے بھی اس بات کا پابند ہے کہ وہ علوم میں ترقی کرے کہ اسکو اللہ تعالےٰ نے اس زمین پر اپنا قائم مقام اور خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ کہ وہ اس کے بتلائے ہوئے علوم اور معارف سے دنیا کو آگاہ کرے قولاً۔ عملاً۔ اور فعلاً۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس انسان نے اس امانت سماوی اور ارضی کو اٹھانے کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ اس لحاظ سے بجائے مغرب کے سائنسدانوں کے اس کا اولین فرض ہے کہ وہ اس کائنات میں پوشیدہ رازوں سے دنیا کو روشناس کرائے جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔

"ہم نے اس امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے خوف کھایا اور اسے انسان نے اٹھا لیا۔" (سورۃ احزاب ۷۲)

* جب حاملین شریعتِ قرآنی نے تمام فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری کو قبول کیا ہے تو کیا اُن کا فرض نہیں بنتا کہ وہ قرآنی علوم کے ذریعہ قدرتِ خداوندی کو عیاں کریں اور اگر وہ اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں تساہل سے کام لیں گے اور آسمانوں اور زمین کے علوم میں ترقی کرنے میں کوتاہی کریں گے تو خدا کے سامنے اس امانت میں خیانت کرنے پر جوابدہ ہوں گے۔ خدا کے ہاں جوابدہی کو قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

۱:۔ "یقیناً سماعت، بصارت، اور قلوب سب کے سب خدا کی بارگاہ جوابدہ ہوں گے۔" (بنی اسرائیل ۳۶)

۲۔ انسان نہ صرف اپنے وجود، اعمال اور افعال کا جوابدہ ہوگا بلکہ اگر اس کے جوارح اور اعضاء، اس کی راہ میں سعیٔ مسلسل کرنے میں گریز یا کوتاہی کریں گے تو ان سے بھی پوچھا جائے گا۔ جیسے فرمایا:۔

"اس روز ان کے خلاف گواہی دیں گے ان کی زبانیں، اُن کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں کہ وہ ان سے کیا کیا کام لیتے رہے ہیں۔"

(سورۃ نور۔ ۲۴)

۳۔ پھر اللہ تعالےٰ نے انسان کی جلد کو جو جسمِ انسانی میں تمام چیزوں کو محسوس کرنے والی ہے بطور گواہ کے رکھا ہے کہ اس کو علم ہے کہ اس نے کیا کیا ہے اور کیا نہیں کیا۔ جیسا کہ جہنم والوں کے ذکر میں فرمایا گیا ہے۔

"یہاں تک کہ وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے اور گواہی دیں گے ان کے خلاف اُن کے کان اُن کی آنکھیں اور اُن کی جلدیں کہ وہ کیا کچھ کرتے رہے ہیں اور وہ اپنی جلدوں سے کہیں گے کہ تم نے کیوں ہمارے خلاف شہادت دی ہے تو وہ جواب دیں گی کہ ہم کو بولنے کی قوت عطا اس ذات نے کی ہے جس نے ہر چیز کو نطق بخشا ہے۔"

(سورۃ فصلت ۲۰-۲۱)

* جو سائنسدان اپنے علوم کی بنیاد پر ٹیوب کے ذریعہ بچہ کی پیدائش پر قادر ہو کر خدا کی ذات سے انکار کرنے پر تل گئے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر وہ ذرا بھی غور و فکر سے کام لیں تو یہ حقیقت انہیں ماننی پڑے گی کہ وہ اب بھی کسی چیز کی تخلیق پر قادر نہیں ہیں اور وہ ان امور کا جواب کہاں سے لائیں گے کہ:۔

۱: یہ ٹیوب کہاں سے آئی ہے؟ اور جن ذرات اور جس مادے سے یہ ٹیوب بنائی جاتی ہے وہ کہاں سے آتے ہیں۔؟ کیا سائنسدان اس ٹیوب کو عدم سے وجود میں لانے پر قدرت رکھتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ ٹیوب جن چیزوں سے مرکب ہوتی ہے وہ سب اشیاء خدا تعالےٰ کی پیدا کردہ ہیں اور اس کی تخلیق کی گئی بعض چیزوں کو جمع کر کے ٹیوب کی شکل دی جاتی ہے جسے رحمِ مادر کا عکس بھی کہا جا سکتا ہے۔

۲۔ جو مادہ اس ٹیوب میں رکھا جاتا ہے کیا وہ مرد اور عورت سے حاصل نہیں کیا جاتا؟ بات تو تب ہے کہ تخلیق خداوندی کی طرح سائنسدان بھی کوئی چیز نیست سے ہست میں لا دیں یا کن فیکون کا نظارہ پیش کریں۔ سائنس دان تو صرف خدا تعالےٰ کے پیدا کردہ مادہ سے

ٹیوب تیار کرتے اور اسے رحم مادر کا رنگ دیتے ہیں اور مرد اور عورت سے حاصل کئے گئے مواد کو اس میں منتقل کرتے ہیں۔ ایک ذرہ بھی وہ خود نہیں بنا سکتے۔ اور ان چیزوں کے مجموعہ سے رحم مادر کا سارا ماحول پیدا ہو کر بچہ کی تخلیق کا سبب بن جاتا ہے اور یہ تمام اشیاء خدا تعالےٰ کے سوا کسی اور کی پیدا کردہ نہیں ہیں۔

ہم اس بحث میں نہیں جانا چاہتے کہ سائنسدانوں کا یہ فعل حلال ہے یا حرام ہے۔ صرف سائنسدانوں سے یہ سوال ہے کہ جب تم لوگ تمام چیزیں تو خدا تعالےٰ کی بنائی ہوئی استعمال کرتے ہو اور ماحول بھی ویسا ہی پیدا کر دیتے ہو تو اس میں تو خدا تعالیٰ کی ذات پر ایمان بڑھنا چاہیئے کہ اس کی نقل کی جا سکتی ہے کوئی نیا ذریعہ ایجاد کرنے سے انسان قاصر ہے۔ جبکہ اللہ تعالےٰ نے یہ فیصلہ صادر فرما دیا ہے کہ ہم نے ہی ہر چیز کو اور انسان کو پیدا کیا ہے۔ وہ فرماتا ہے:

هذا خلق الله ..... فأروني ماذا خلق الذين من دونه ۔

"یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوق ہے ..... "پس مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے کیا پیدا کیا ہے جن کی اس کے علاوہ بطور معبود کے پرستش کی جاتی ہے۔"

* اس نوٹ سے اُن علماء کرام کو جو قرآنی علوم پر وسیع دسترس رکھتے ہیں دعوت تعلیم فراہم کی جاتی ہے کہ وہ جدید سائنس سے متاثر ہونے والوں کے الحاد کی طرف مائل ہونے کا نوٹس لیں اور صحیح راہنمائی کر کے اپنے ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوں۔ محض ان امور سے آنکھیں بند کر کے انکار کرتے چلے جانا کسی کو زیب نہیں دیتا۔

کہ کبوتر کے آنکھیں بند کر لینے سے بلّی کا ارادہ تبدیل نہیں ہو سکتا اور یہ کہ ظلمتوں کو مٹانے کے لئے آفتابوں کا انتظام بہت ضروری ہے۔

(واللہ ولی التوفیق)

* * *

اَخبارِ احمدیہ

* حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں۔ احباب سلسلہ اور جماعت کے سب بیدار بزرگ حضور انور کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

* درسِ قرآنِ مجید

جامع احمدیہ دارالسلام میں محترم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب کے درس قرآن کا ہفتہ وار سلسلہ قریباً ایک ماہ موصوف کی بیماری کی وجہ سے ملتوی رہنے کے بعد ۹ جنوری ۸۴ء (سوموار) بعد عصر سے پھر شروع ہو گیا ہے۔ قرب و جوار کے احباب قرآنی معارف کے اس چشمۂ شیریں سے فیضیاب ہوں۔

* * *

تربیت اولاد کے متعلق

حضرت اقدس کے قیمتی ارشادات

اولاد کیلئے خواہش

"اولاد کے لئے اگر خواہش ہو تو اس غرض سے ہو کہ وہ خادم دین ہو۔"

"اولاد کی خواہش صرف نیکی کے اصول پر ہونی چاہیئے۔ اس لحاظ سے اور خیال سے نہ ہو کہ وہ ایک گناہ کا خلیفہ باقی رہے۔" (ملفوظات جلد ہشتم و ملفوظات جلد دوم)

اولاد کی تربیّت

"اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالےٰ کا فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔ نہ کبھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتب تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۷۲)

اولاد کیلئے دُعا

"میری تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دُعا نہیں کرتا۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۷۲)

"ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد و آداب تعلیم کی پابندی کراتے ہیں بس اس سے زیادہ نہیں۔ اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہوگا وقت پر سرسبز ہوگا۔"

(ملفوظات جلد دوم)

"جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزدل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کر لیں اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔" (ملفوظات جلد دوم)

* * *

باہتمام البدر پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مورخہ ۱۱ جنوری ۸۴ء، شمارہ ۲

رجسٹرڈ ایل ۵۳۸
تار کا پتہ ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۴۲۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا
الہام حضرت مسیح موعود

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے تمیس روپے
بیرونی ممالک سے دو پونڈ (علاوہ محصولڈاک)

جلد : ۷۱ { یوم چہارشنبہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۸ جنوری ۱۹۸۴ء { شمارہ ۳

ارشادات حضرت مجدد صد چہار دہم

ہمارا مذہب

ـــــ زعشاق فرقان و پیغمبریم
بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گذران سے کوچ کرینگے یہ ہے کہ حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلعم خاتم النبیین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا ہے اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے۔ اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا کہ جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلعم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتدا اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں۔ کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلعم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔۔۔ بغرض ہمارا ان تمام باتوں پر ایمان ہے جو قرآن شریف میں درج ہیں اور جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف سے لائے اور تمام محدثات و بدعات کو ہم ایک فاش ضلالت اور جہنم تک پہنچانے والی راہ یقین کرتے ہیں۔ (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۳۷-۱۳۹)

"اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر دہلی کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی، ملائک کا منکر۔ بہشت اور دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبریل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے۔ لہٰذا میں اظہاراً للحق عام اور خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افتراء ہیں۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں۔ اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر ہوں۔ بلکہ ان تمام امور کا قائل ہوں۔ جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔ اور جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے ان تمام باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کے رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔۔۔۔ اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم و سمیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے۔ میں ان تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں درج ہیں۔

(اشتہار ۲- اکتوبر ۱۸۹۱ء)

* * * *

از روئے اسلام ہر نشہ آور چیز ممنوع ہے

(کھانا پینا - استعمال میں لانا - پیش کرنا - اس کا کاروبار کرنا)

بعض انسان جب اطمینانِ قلب کی نعمت سے محروم ہو جاتے ہیں تو وہ نشہ کرتے ہیں اور اس مستقل فسادگاہ کے اتار چڑھاؤ اور سرد و گرم سے اپنے آپ کو تھوڑی دیر کے لئے کسی دوسری دنیا میں لے جاتے ہیں مگر کیا ایسا کرنے سے انہیں سکون نصیب ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر اس کا علاج کیا ہے۔ اس کا قرآنی علاج تو ذکر الٰہی ہے اپنے خالق کو یاد کرنا، اس کی عبادت کرنا۔ اس کے احکامات اور اوامر پر گامزن ہونا۔ اس کے منع کئے ہوئے راستوں سے کنارہ کشی کرنا اور اس کے دین کی نصرت کے لئے شب و روز جو بن سکے وہ کرنا، اور جو فرائض خالق اور مخلوق کے ضمن میں اسکے ذمہ لگائے گئے ہیں ان کو بخوبی بجا لانا۔ یہ تو ہے اس کا صحیح علاج۔ مگر آج کی دنیا سکون کی تلاش میں کہیں اور ہی نکلی چل جا رہی ہے

* حال ہی میں ایک عرب وزیراعظم نے یہ بیان دیا ہے کہ میرے ملک میں ایک سال میں جو سگریٹ امپورٹ کی جاتی ہے اس کی قیمت ایک ہزار ملین ڈالر، (دس ارب پاکستانی روپیہ سے زائد) سے بھی زیادہ ہے۔ انہوں نے اس میں اس حشیش اور افیون کو شامل نہیں کیا جو تمام دنیا میں ناجائز ذرائع سے آ رہی ہے۔ اگر اس کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے تو گویا اس ملک کا ایک چوتھائی بجٹ تو اسی غیر اسلامی نشہ کے کام میں غرق ہو کر رہ گیا۔ اب اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر یہی رقم خدا اور اس کے دین کے نام کو سربلند کرنے پر خرچ کی جاوے تو خدا تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق یقیناً دنیا کو اطمینانِ قلب کی دولت سے مالامال کیا جا سکتا ہے کہ اس کا یہ وعدہ ہے

الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب۔

(یاد رکھو دلوں کے اطمینان کا راز خدا کے ذکر کو بلند کرنے میں ہے)

* جب تاجِ برطانیہ کا سورج ملک چین میں غروب ہو گیا تو اس کے راہنماؤں نے اس راز کی کھوج لگائی جس کی وجہ سے آبادی کے لحاظ سے دنیا کے سب سے بڑے ملک کو غلام رکھا جا رہا تھا تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ افیون کا نشہ ہی وہ لعنت تھی جس کی وجہ سے ہم آج تک خواب غفلت میں سوئے رہے ہیں انہوں نے اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا اور اسے استعمال کرنے والے کو غدار اور ملک دشمن قرار دیا گیا۔ اور بعض حالات میں پھانسی کی سزا بھی تجویز کی گئی۔ نتیجہ کیا ہوا کہ ملک بیدار اور آزاد ہو گیا۔ اور آج اس کی طرف کوئی ٹیڑھی نظر سے دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اب وہاں افیون کی بجائے ایٹم بم ہے گو حدیث میں آتا ہے کہ "سبق سیکھنا ہو تو چین سے بھی سیکھو" مگر تاہم ہمیں ہمارا دین اور اس کے احکامات کافی ہیں۔ ہمیں خدا کے فرمان کے مطابق جب کسی الجھن میں پڑیں تو فردوہ الی اللّٰہ والی الرسول، خدا اور اس کے رسولؐ کے فرمانوں سے روشنی حاصل کرنا چاہیئے۔ ویسے حکم تو یہ بھی ہے کہ نیکی کی بات اگر دیوار پر بھی لکھی ہو تو اس پر عمل کرو۔

* میرا تو سر شرم سے اس وقت جھک جاتا ہے اور اسے بیان کرنے سے مجھے کوئی باک نہیں ہے کہ جب پاکستانی ریڈیو سے یا پاکستانی ریکارڈوں سے یہ آواز نشر ہو رہی ہوتی ہے کہ "میں شرابی ہوں میں شرابی ہوں" تو ہمارے پاکستانی دوست ایسے سر دھن رہے ہوتے ہیں گویا باوضو کسی محفل میلاد میں شامل ہوں

یہ تو تھا جملہ معترضہ اب میں ایک قابل ڈاکٹر کی رائے درج کرتا ہوں کہ منشیات کے استعمال سے انسانی روح اور جسم پر کیا بیت جاتی ہے وہ لکھتا ہے۔ کہ منشیات کے استعمال سے مندرجہ ذیل عوارض کا لگ جانا ضروری امر ہے۔

۱۔ آنکھوں میں سرخی اور سرخ رگوں کا نمودار ہونا۔
۲۔ حلق اور منہ کا خشک رہنا۔
۳۔ کانوں کا بجنا اور کمیٔ سماعت کا ہو جانا۔
۴۔ کھانے کی خواہش کی زیادتی خصوصاً میٹھی چیزوں کی طرف میلان جو کئی بیماریوں کی جڑ ہے۔
۵۔ اعصاب اور پٹھوں میں عدم توازن کا پیدا ہو جانا۔
۶۔ حواس کے عمل میں گڑبڑ (خصوصاً سننے اور دیکھنے کے عمل میں)
۷۔ چہرہ پر زردی کا نمودار ہونا۔

یہ تمام عوارض ابتدائی طور پر کسی نشہ آور چیز کے استعمال سے ظاہر ہونے ہیں مستقل طور پر استعمال کرنا اور منشیات کو عادتِ ثانیہ بنا لینا تو موت کو دعوت دینا ہے۔

* باقی تمام نشہ آور چیزوں کو چھوڑ کر میں یہاں صرف اس ام الامراض یا ام الخبائث کا ذکر کرتا ہوں جس کا استعمال ترقی یافتہ ملکوں میں بہت زیادہ ہے۔ اور ان کی دیکھا دیکھی ترقی پذیر ملکوں میں بھی اس کا استعمال کوئی کم نہیں ہے۔ میرا مطلب "شراب" سے ہے۔ جسے قرآن کریم نے محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قطعاً حرام قرار دیا ہے۔ گو "بعض مسلمان" کہلانے والے لوگ اس کے جواز کی راہیں تلاش کرتے ہیں اور اس کے لئے وہ دور کی کوڑی لاتے ہیں۔ کہ قطعاً حرام نہیں ہے۔ یا بعض قسم کی شراب حرام ہے اور فلاں فلاں قسم کی شراب کی قطعی حرمت نہیں قرار دی گئی۔

اگر قرآن کریم ہمارے لئے مشعلِ ہدایت ہے اور یقیناً ہے تو ہمیں اسکے

(بقیہ صلا صـ۱۲ پر)

جلسہ سالانہ ۸۳ء کی شاندار کامیابی کے بعد ہمارا فرض کیا ہے؟ اور ہمیں اب کیا کرنا چاہیئے؟

نوٹ :- حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے زیر نظر خطبہ کے کالم ۲ کی سطر ۳ میں جس پچھلے خطبہ کا ذکر ہے وہ حضور نے ۲۳ دسمبر ۸۳ء کو دوران جلسہ ارشاد فرمایا تھا۔ ترتیب کے لحاظ سے اُسے پہلے آنا چاہیئے تھا مگر بعض وجوہات کی بناء پر ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ اب اگلے شمارہ میں ہدیۂ قارئین کرام ہوگا۔ (ادارہ)

خطبہ جمعہ مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۸۳ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بمقام دارالسلام۔ ۵ عثمان بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور ۱۶

تشہد و تعوذ اور تلاوت آیات "وسارعوا الی مغفرة من ربکم....

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین

(آل عمران ۱۳۳ تا ۱۳۹)

کے بعد آپ نے ان کا ترجمہ اور تشریح بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ان کی مصائب اور مشکلات میں تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم اپنے ان ناموافق حالات سے گھبرا کر نہ سست ہو اور نہ غمگین ہو۔ تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہوئے یعنی یہ صفات جو ان آیات میں بیان ہوئی ہیں اگر تم اپنے اندر پیدا کر لو گے تو تم ہر قسم کے غم و فکر اور حزن و ملال سے نجات پاجاؤ گے اور حالات تمہارے لئے خواہ کتنے ہی نامساعد اور ناموافق کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ غلبہ تمہیں ہی عطا فرمائے گا۔ یہ آیات میں نے اپنے ان احساسات اور مشاہدات کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے پڑھی ہیں جو اس جلسہ سالانہ کی محض تائید اور نصرت الٰہی سے غیر متوقع کامیابی کے بعد میرے دل میں پیدا ہوئے ہیں اس کے متعلق ہر ایک کا اپنا مشاہدہ اور احساسات ہیں اور جو کچھ آپ میں سے ہر ایک نے دیکھا ہے اس کے متعلق ہر ایک کا نظریہ اور کیفیت اسی پر موقوف ہے میں صرف اپنے ہی جذبات اور اپنی دلی کیفیت کا اظہار کر سکتا ہوں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم نے نہایت نامساعد حالات اور بیم و رجا کی حالت میں اس جلسہ کی ابتدا کی لیکن ہم نے اس کی غیر معمولی کامیابی میں اللہ تعالیٰ کا غیبی ہاتھ کارفرما دیکھا جس کے اثر سے میرا دل جب بھی میں فارغ ہوتا ہوں اس کے سامنے سجدہ میں گرا رہتا ہوں کہ اے اللہ ہم تیرا شکر کیسے ادا کریں کیونکہ مجھے اس جلسے میں وہ جھلک نظر آئی جس کے لئے میری آنکھیں سال ہا سال سے منتظر اور ترستی تھیں اور میری یہ آرزو تھی کہ یہ جماعت ایک بار پھر حضرت مسیح موعود کی جماعت سے تھوڑی بہت مشابہت پیدا کر لے۔ میں نے اس جلسہ کے دوران میں ایسا ہی محسوس کر لیا۔

آپ میں سے اکثر یہ جانتے ہیں کہ ہمیں اس سال کے دوران میں طرح طرح کی مشکلات اور پریشانیاں لاحق رہیں۔ چونکہ ان کا تعلق میرے ایک اقدام سے ہے اس لئے میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا مجھے سارا سال ہی بہرحال یہ یقین رہا کہ میرا یہ اقدام کسی طرح غلط نہ تھا۔ اگر مجھے اس کی صحت پر یقین نہ ہوتا تو میں اس پر کبھی مصر نہ ہوتا۔ انسان عاجز ہے۔ اس سے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ اور اس کے دل میں یہ شبہ بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ میری کسی غلطی اور خطا سے جماعت کے اتحاد کو نقصان نہ پہنچ جائے لیکن اس جلسہ سالانہ میں میں نے جو کچھ دیکھا ہے اُس سے میرے اس یقین کو مزید تقویت ملی ہے کہ میرے اس اقدام میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل تھی۔ میں اس سے زیادہ اس معاملہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

پچھلے خطبہ (۲۳ دسمبر کا خطبہ جو عنقریب شائع ہو جائیگا) (مرتب) میں بھی میں نے یہ آیات پڑھی تھیں۔ اور ان میں سے آخری آیت کے متعلق کچھ مختصراً بیان کیا تھا کہ اس کا باقی مضمون پھر کبھی موقع ملا تو بیان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت جلد ہی یہ موقع فراہم کر دیا کہ میں اس کو پورا کرنے کی کوشش کروں اور یہ موقع عین اس جلسہ کے بعد ہی مل گیا ہے۔ میں ایک بار پھر اپنے اس قلبی احساس کو دہرانا چاہتا ہوں کہ اس جلسہ کو کامیاب بنانے میں ہماری کوششیں بہت حقیر تھیں (گذشتہ سالوں کی طرح جلسہ میں شامل ہونے کی ترغیب دلانے کے لئے اس سال جماعتوں میں کوئی خاص وفود بھی نہیں بھیجے گئے تھے۔ مرتب) یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت ہی سے ہوا۔ اس میں اس کی رحمت۔ معیت اور اس کا دست غیب ہمارے شامل حال تھا۔ اس سے کوئی بھی صاحب بصیرت انسان انکار نہیں کر سکتا۔ بصارت تو سب کو حاصل ہے لیکن اس کے ساتھ اگر بصیرت بھی ہو تو میں نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کی ضرور تائید کرے گی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس جلسہ کی اس طرح کامیابی کے بعد ہمارا فرض کیا ہے اور ہمیں اب کیا کرنا چاہیئے کہ ہم آئندہ بھی اللہ تعالیٰ کی تائید اور مدد کے مستحق بن سکیں۔ اس کا جواب ان آیات میں ہے جو میں نے شروع میں پڑھی ہیں اور حضرت صاحب کی تعلیم میں ہے جو آپ نے اس زمانہ میں ہمارے سامنے پیش کی ہے ہمیں وہ بن جانا چاہیئے جو حضرت مسیح موعود ہمیں بنانا چاہتے تھے۔ اور جیسے آپ نے اپنی بعثت کی غرض بتایا ہے آپ نے فرمایا ہے کہ میری بعثت کی غرض متقیوں کی ایک جماعت پیدا کرنا ہے۔ اگر میری بعثت کی یہ غرض پوری نہ ہوئی تو میرا سارا کاروبار عبث ہے۔

ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ متقی کیسے بن سکتے ہیں اور ان کی کیا صفات ہوتی ہیں۔ اس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے" وسارعوا الی مغفرة من ربکم وجنة عرضها السموات والارض اعدت للمتقین" اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ وہ متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ تمہارے پاس وقت بہت کم ہے اس لئے سارے کام چھوڑ کر فی الفور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس جنت کو حاصل کرنے کے لئے جس کی نعمتیں اور وسعتیں اس ساری کائنات سے بڑھ کر ہیں۔ اس کی طرف دوڑ

کرآؤ۔ جس جنت کی وسعت اور نعمتوں کا یہاں نقشہ کھینچا گیا ہے۔ وہ کوئی ایسی عجیب چیز ہے جس تک انسان کے تصور کو بھی رسائی حاصل نہیں۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ مالا عین رأت ومالا اذن سمعت وماخطر علیٰ قلب بشر۔ نہ تو کسی آنکھ نے اُسے دیکھا ہے اور نہ ہی کسی کان نے اس کے متعلق سنا ہے۔ نہ ہی کسی دل میں اس کا تصور آیا ہے اس کے بعد بتایا ہے کہ وہ متقین کون لوگ ہیں اور ان میں کون سی صفات پائی جاتی ہیں۔ الذین ینفقون فی السرّآء و الضرّآء والکٰظمین الغیظ والعافین عن الناس ط واللّٰہ یحب المحسنین ہ متقی وہ لوگ ہیں جو آسودگی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور سخت غضب کو دبا لینے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ احسان کرنیوالوں کو پسند کرتا ہے۔

آسودہ اور خوشحال لوگوں کے لئے خرچ کرنا قرآن کریم کے الفاظ میں اس لئے مشکل ہوتا ہے کہ کلا ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ" جب وہ اپنے آپ کو غنی پاتا ہے تو وہ خدا سے سرکشی اختیار کر لیتا ہے۔ اور تنگ دست خدا کے راستے میں خرچ کرنے سے اس لئے ہاتھ روک لیتا ہے کہ اس کے خیال میں اس کی اپنی ضروریات پوری نہیں ہوتیں تو وہ کہاں سے اور کیسے خرچ کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان خواہ آسودہ حال ہو یا تنگدست اس کی راہ میں خرچ کرے۔ اپنی ضروریات کو کاٹ کر بھی خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ انسان کے جذبہ اور خلوص پر ہوتی ہے کسی کے تھوڑے یا بہت مال پر نہیں ہوتی۔ ایک تنگدست کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک روپیہ خرچ کرنا شاید ایک خوشحال اور دولت مند کے ایک لاکھ روپیہ سے اللہ تعالیٰ کی نظر میں کہیں بڑھ کر قیمت رکھتا ہو۔ اسی لئے یہ حکم ہوا ہے کہ خواہ تمہارے مالی حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں خدا کی راہ میں تھوڑا بہت ضرور خرچ کرو۔ ظاہر ہے ایک مالدار کے لئے ایک لاکھ روپیہ دے دینا اتنا مشکل نہیں جتنا ایک تنگ دست کے لئے چند پیسے دے دینا مشکل ہے۔ اگر ایک مالدار باوجود ہر طرح کی فراخی کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے تو وہ اپنے ساتھ اچھا نہیں کرتا۔ خدا کو اس کا بخل پسند نہیں ہوتا۔ وہ دراصل اس کی حکمت سے غافل ہے کہ اس کے مال میں اس کا صرف اتنا ہی حصہ ہے جتنا وہ اپنے اوپر اپنی زندگی میں خرچ کر لیتا ہے۔ اور اس کا اصلی مال وہی ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے آگے بھیج دیتا ہے۔ اس دنیا سے گذر جانے کے بعد جو اس کا مال پیچھے رہ جاتا ہے وہ تو اس کے وارثوں کا ہوتا ہے۔ اس بارے میں ایک بار حضور نبی کریم صلعم نے اپنے صحابہ رض سے پوچھا کہ کیا تمہیں وہ مال اچھا لگتا ہے جو تمہارا ہو یا وہ مال جو تمہارے وارثوں کا ہو؟ تو سب نے یہی جواب دیا کہ ہمیں وہی مال اچھا لگتا ہے جو ہمارا اپنا ہو۔ اپنی ذات سے بڑھ کر نہ ماں باپ پیارے ہوتے ہیں۔ نہ بہن بھائی اور نہ اولاد۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پھر تمہارے اموال میں سے تمہارا کچھ بھی نہیں سوائے اس کے جو تم نے آگے بھیجا ہے اور جو پیچھے رہ گیا ہے وہ تمہارے وارثوں کا ہی ہے۔ وارثوں کے لئے مال و دولت اور خزانے چھوڑ جانا کوئی دانشمندی اور دُور اندیشی نہیں کیونکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر جاتے ہیں ان کی اولاد کا اللہ تعالیٰ خود کفیل ہو جاتا ہے۔ کیا ہم میں سے ہر ایک کا یہ اپنا مشاہدہ اور تجربہ نہیں ہے؟ ہمارے بزرگ اور متقدمین میرے خیال میں ہم سے زیادہ ہی غریب تھے اس لئے انہوں نے جو کچھ دیا بہت تھوڑا دیا۔

آپ نے فرمایا میرے والد امیر نہ تھے لیکن اپنی عمر میں انہوں نے اپنی حیثیت کے مطابق کچھ پیسے، آنے اور روپے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیئے۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے کیا پھل لگائے۔ اس لئے اس بات کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال دینے سے اولاد کو کبھی نقصان نہیں پہنچتا۔ اس کے برعکس جو لوگ اپنی اولاد کے آرام و آسائش کی خاطر بہت کچھ چھوڑ جاتے ہیں اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ ان کے بگاڑ اور کرپشن (CORRUPTION) کا سبب بن جاتا ہے، فائدہ کی نسبت نقصان کا احتمال زیادہ ہوتا ہے۔

متقین کی دوسری صفت " والکٰظمین الغیظ والعافین عن الناس بیان کی گئی ہے۔ یعنی وہ سخت جوشوں کے وقت بھی مغلوب الغضب نہیں ہوتے اپنا غصہ پی جاتے ہیں۔ غصہ دبا دینا اور تھوک دینا ہر معمولی انسان کا کام نہیں۔ یہ بڑا مشکل کام ہے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

گالیاں سن کر دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو

رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے (درثمین)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

" لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب "

پہلوان وہ نہیں ہے جو کشتی میں اپنے مخالف کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کی حالت میں اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ غصہ کو دبانے کے نتیجہ کے متعلق آپؐ فرماتے ہیں۔

" من کظم الغیض وھو یقدر علیٰ نفاذہ ملا اللہ جوفہ امنًا وایمانًا "

" جو کوئی اپنے غصے کو دبا لیتا ہے درآنحالیکہ وہ اُسے نکال سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو امن اور ایمان سے بھر دیتا ہے۔"

وہ محض اپنے غصہ کو ہی نہیں دباتے بلکہ " والعافین عن الناس" بھی ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کی غلطیوں اور خطاؤں سے درگزر کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر وہ محسنین ہوتے ہیں۔ واللّٰہ یحب المحسنین اور اللہ تعالیٰ ایسے محسنین سے ہی محبت اور پیار کرتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت امام حسن علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ آپ کے غلام سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی جس پر آپ کو بہت غصہ آیا۔ غلام نے یہ دیکھ کر کہا "والکٰظمین الغیظ" یہ الفاظ سنتے ہی حضرت امام حسنؓ کا غصہ فرو ہو گیا۔ اس کے بعد غلام نے پڑھا " والعافین عن الناس" تو کہتے ہیں ان کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی اور وہ ہشاش بشاش ہو گئے۔ غلام نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر کہا " واللّٰہ یحب المحسنین " تو آپ نے فرمایا جاؤ میں نے تم کو آزاد کیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو عملی طور پر قبول کیا اور اس کی تعلیم کے آگے اپنے سر جھکا دیئے۔ اور اس کے ایک ایک لفظ کی طرف جب ان کو توجہ دلائی گئی تو انہوں نے اس پر عمل کیا۔ درگزر کرنا بھی ایک اعلیٰ درجہ کی صفت اور تقوای

کی علامت ہے۔

ہم میں بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جنہیں بہت غصہ آتا ہے اور وہ اس پر قابو نہیں پا سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا رحم کرے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ثلث اقسم علیھن۔ تین ایسی باتیں ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں۔

۱۔ مانقص مال من صدقۃ... صدقے سے مال کبھی ضائع نہیں ہوتا۔

۲۔ مازاد اللہ عبداً بعفو الا عزا۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کی عزت بڑھاتا ہے جو اس کے کسی بندے کو معاف کر دیتا ہے۔

۳۔ من تواضع للہ رفعہ اللہ۔۔۔۔ جو اللہ تعالیٰ کی خاطر تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے اونچا کرتا ہے۔ انکسار کرنے والے کو بلندیاں عطا کی جاتی ہیں۔

یہ بڑی قیمتی باتیں ہیں جو ہمیں ذہن نشین کر لینی چاہیئں اور سارعوا الیٰ مغفرۃ من ربکم کے مطابق ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے میں جلدی کرنی چاہیئے۔ زندگی کا جو تھوڑا بہت وقت ہمارے پاس ہے اُسے ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

یہ صفات تو بہت اعلیٰ درجہ کے مومنین کی تھیں۔ اس کے بعد دوسرے درجے کے مومنین کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وھم یعلمون"

یعنی جب وہ کوئی بُرا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو وہ اس پر اپنی ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں کیونکہ اللہ کے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں۔ اور جو غلطی یا گناہ وہ کر بیٹھے ہوں اس پر وہ اصرار نہیں کرتے یعنی پھر اس کے مرتکب ہونے سے باز رہتے ہیں درآنحالیکہ وہ جانتے ہیں۔ انہیں فوراً اپنی غلطیوں کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ ان کے لئے استغفار کرتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں۔

قرآن کریم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو کوئی گناہ کرے اور پھر جلدی سے توبہ کرے تو اللہ غفور رحیم ہے۔ وہ بخشش دیتا ہے اور اللہ کے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ وہ واسع المغفرۃ ہے اس کی مغفرت بہت وسیع ہے۔ اگر انسانوں سے دانستہ یا نادانستہ بار بار بھی غلطی سرزد ہو جائے تو بھی مایوسی کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:۔

"قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً"

اے رسول ان سے کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے یعنی ان سے گناہ سرزد ہوئے ہیں تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا ہے کہ نیک کام کرنے والوں کے لئے مغفرت، جنت اور بہت بڑا اجر ہے۔ یہ حقائق ہیں جو اللہ تعالےٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ جو لوگ ان حقائق کی یا ان اللہ کے بندوں کی جو ان حقائق کو یاد دلانے کرتے ہیں ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ اسی لئے یہ بھی فرمایا ہے کہ گذر چکے ہیں۔

"فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین"

زمین میں چلو پھرو اور تاریخ کے اوراق کو پڑھو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ:

"ھٰذا بیان للناس و ھدی وموعظۃ للمتقین"

یہ لوگوں کے لئے بیان اور متقیوں کے لئے ہدایت اور وعظ ہے۔

وعظ اس نصیحت کو کہتے ہیں جس کے ذریعے برائی سے ڈرایا جائے جیسے اِن آیات میں ڈرایا گیا ہے۔ اور اچھے اعمال کے متعلق بیان کر کے ترغیب دی جائے اور سننے والوں کے دلوں میں رقت اور یہ جذبہ پیدا ہو کہ ہم نے ایک اچھی بات سُنی ہے۔

اِن آیات میں استغفار کا ذکر آیا ہے حضرت صاحب نے اپنے رسالہ "چشمہ مسیحی" کے نئے ایڈیشن کے صفحات ۳۲، ۳۳ پر استغفار کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ ہمارے لئے قابلِ غور ہے

استغفار صرف گنہگاروں کے لئے ہی ضروری نہیں ۔معصومین۔ مقربین اور انبیاء کا بھی یہ ایک شیوہ رہی ہے اس کا فلسفہ حضرت صاحب کے الفاظ میں صفحہ ۳۲ کالم ۲ پر ملاحظہ فرمائیں) ہم نے جو کچھ سنا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اسے یاد رکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

***

اخبارِ احمدیہ

* حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں احباب سلسلہ حضور کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

* **وفات**

جناب عبدالرحمٰن صاحب (برادر بزرگ جناب عبدالغفور ثاقب صاحب) موضع دیپ گراں (سرحد) میں وفات پا گئے ہیں۔ آپ ایک صوفی منش، درویش طبع اور مرنجاں مرنج بزرگ تھے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا کرے۔ آمین۔ بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔ مرکز سے سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ کے علاوہ متعدد احباب نے مرحوم کے گاؤں دیپ گراں پہنچ کر جنازہ میں شرکت فرمائی۔

اعتذار

درس قرآن کریم کا سبق ۵۳ کاتب صاحب پیغام صلح کی ناسازیٔ طبع کے باعث زیر نظر شمارہ میں شریکِ اشاعت نہیں ہو سکا۔ اب اگلے شمارہ میں ہدیۂ قارئین ہوگا۔

(ادارہ)

چوہدری محمد انور ملہی صاحب لاہور

موجودہ عالمی حالات ایک بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہیں

یہ مضمون ۱۴ راپریل ۱۹۷۰ء کے پیغام صلح کے صفحہ ۱۱ پر شائع ہوا تھا جبکہ افغانستان میں روسی مداخلت کے آثار تک نہ تھے مگر غور و مطالعہ اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کو ایک صاحب نظر کی فراست نے آج سے تیرہ سال قبل ہی بھانپ لیا تھا جنہیں آج رونما ہونے والے واقعات نے سچ ثابت کر دیا ہے۔ اس لئے قارئین کرام کے اضافہ علم کے لئے اسے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

— (ادارہ)

دُنیا کے حالات حاضرہ کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو دکھائی دیتا ہے کہ کہیں ذات پات، رنگ، نسل، زبان اور مذہب کا جھگڑا ہے کہیں علاقائی اور قومی تعصبات کے فتنے سر اٹھائے ہوئے ہیں کہیں سیاسی اور نظریاتی آویزش ہے۔ کہیں طبقاتی کشمکش۔ کہیں توسیع پسندی اور ملک گیری کی ہوس کارفرما ہے تو کہیں ہوس۔ دھاندلی اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ کہیں اپنے نظریات کو پھیلانے کے لئے بیرونی طاقتیں سرگرمیوں میں مصروف ہیں تو کہیں بڑی طاقتوں کے ایماء پر یا اُن کی درپردہ مدد سے جنگی محاذ آرائی جاری ہے۔ دنیا اس وقت سیاسی طور پر دو دھڑوں میں منقسم نظر آتی ہے۔ ایک روس اور اس کے زیر اثر ممالک کا اور دوسرا امریکہ اور اس کے ہم نوا ممالک کا۔ چند ہی ممالک ایسے ہیں جو ان دو بڑی طاقتوں کے دائرۂ اثر سے باہر اور اپنی پالیسیوں کو وضع کرنے میں کسی حد تک آزاد اور خود مختار ہیں۔

یہ دونوں بڑی طاقتیں اپنے عالمی مفادات کے تحت دوسرے ممالک میں اپنے اثر و نفوذ کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے اور وہاں اپنی کٹھ پتلی حکومتیں قائم کرنے میں کوشاں رہتی ہیں۔ ان مفادات کی خاطر بعض اوقات اگر چھوٹے اور کمزور ممالک کی آزادی، سالمیت اور علاقائی خود مختاری انہیں پامال بھی کرنی پڑے تو بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کر دیتی ہیں۔ ان طاقتوں کے نزدیک ایک چھوٹے اور کمزور ممالک کی آزادی و سالمیت اور علاقائی خود مختاری ان کے اپنے مفادات کے مقابلے میں ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔

اس دور کے بڑے سے بڑے بین الاقوامی مسائل و تنازعات مثلاً تنازعہ کشمیر قضیہ فلسطین۔ قبرص کا مسئلہ۔ جنوبی افریقہ، روڈیشیا، موزمبیق۔ نمیبیا وغیرہ میں حاکم سفید فام اقوام کے خلاف مقامی لوگوں کی جدوجہد آزادی کے مسائل محض اس لئے حل نہیں ہو رہے کہ ان علاقوں میں بڑی طاقتوں کے مفادات ایک دوسرے سے متصادم ہیں اور اقوام متحدہ کا ادارہ جو ممالک کے مابین تنازعات حق و انصاف کے اصولوں کے مطابق طے کرنے کرانے اور دنیا میں فروغ امن کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ ان تنازعات و مسائل کو منصفانہ طور پر طے کرانے میں ناکام رہا ہے کیونکہ دونوں بڑی طاقتیں بوجہ حق استرداد رکھنے کے اس ادارے کو اپنے مفادات کے خلاف کام کرنے نہیں دیتیں۔

چھوٹے اور کمزور ممالک کے لئے یہ ادارہ صرف تنازعات و مسائل پر قرار دادیں پیش کرنے اور بحث و تمحیص کے لئے ایک پلیٹ فارم کا درجہ رکھتا ہے اس ادارے سے چھوٹے ممبر ممالک کو اگر کچھ فائدہ پہنچا ہے تو وہ صرف تعلیمی، سائنسی اور اقتصادی میدانوں وغیرہ میں اور وہ بھی محدود پیمانے پر۔ چونتیس سال قبل جب اس ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا تو دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی تھی کہ یہ ادارہ دنیا میں فروغ امن کے لئے کام کریگا اور اس کے چارٹر پر دستخط کرنیوالے ممالک ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کی پالیسی پر عمل کریں گے، نیز بین الاقوامی تنازعات و مسائل کو حل کرنے کے لئے یہ حق و انصاف کی قوتوں کا ساتھ دیں گے۔ غرض ان اسباب و وجوہات کی روک تھام کی جائے گی جن کے باعث اس کا پیشرو ادارہ لیگ آف نیشنز تباہ ہو گیا تھا اور جس کے نتیجہ میں دوسری عالمگیر جنگ چھڑ گئی تھی مگر اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ بڑی طاقتوں کی روش میں واضح تبدیلی نہیں آئی۔ انہوں نے اپنے مفادات کے حصول اور تحفظ کے لئے صرف اپنی حکمت عملی تبدیل کی ہے۔ اب یہ مقصد براری کے لئے اپنی کٹھ پتلی کو استعمال کرتی ہیں۔

ظاہر ہے اگر یہ اپنی چالوں اور نیتوں کو درست نہیں کرتیں اور اپنے ان مواعید کی پاسداری نہیں کرتیں جو انہوں نے ادارہ کے چارٹر پر دستخط کرتے وقت کئے تھے تو اس ادارے کا انجام اپنے پیشرو ادارہ لیگ آف نیشنز سے مختلف نہ ہوگا۔ اور ایسا ہونے کی صورت میں تیسری عالمگیر جنگ چھڑ جانے کا امکان ہے جو تباہی اور ہولناکی میں دوسری عالمگیر جنگ سے کہیں بڑھ کر ہوگی کیونکہ گذشتہ تیس پینتیس سالوں میں بے حد خطرناک اور مہلک جنگی ہتھیار تیار ہو چکے ہیں۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے۔ بڑی طاقتوں کے ادارہ اقوام متحدہ پر چھائے ہونے کے باعث مختلف ممالک کے درمیان تنازعات حق و انصاف کی رُو سے طے نہیں پا رہے اور اس صورت میں تبدیلی کے آثار بھی نظر نہیں آتے تو لامحالہ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ ادارہ اپنے پیشرو ادارے کے سے حالات سے دوچار ہونے والا ہے اور جب ایسا ہے تو دنیا ایک خوفناک اور مہیب جنگ کی لپیٹ میں آ جاتی ہے۔

خاکسار نے گذشتہ سال ایک مضمون میں جو تین اقساط میں ۳۱ مئی، ۷ جون اور ۱۴ جون کو "پیغام صلح" میں شائع ہوا اس خدشہ کا اظہار کیا تھا کہ عنقریب ایک

خوفناک جنگ کے حالات پیدا ہونے والے ہیں اس کی نسبت خدا تعالیٰ کے کلام قرآن کریم میں بھی پیشگوئی موجود ہے اس میں ارشاد ہے۔

ترجمہ:- " اور کوئی بستی نہیں مگر ہم اسے قیامت کے دن سے پہلے ہلاک کر دیں گے یا اُسے سخت عذاب دیں گے۔ یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔"

اس آیت قرآنی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسی آفت یا طوفان قیامت سے پہلے دُنیا میں آنے والا ہے جس سے کئی شہر، قصبے اور دیہات بالکل تباہ ہو جائیں گے اور جو باقی بچیں گے ان کے مکین بھی اس آفت کا مزہ ضرور چکھیں گے۔

گذشتہ پینسٹھ سال میں کئی جنگیں دنیا میں ہوئیں جن میں دو عالمگیر جنگوں کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں مگر ان دونوں بڑی جنگوں کے دوران زیادہ تر ملوث ممالک کے بڑے شہر یا قصبے متاثر ہوئے جو ذرائع رسل و رسائل، نقل و حمل کے لحاظ سے یا صنعت و تجارت کے مراکز کی حیثیت سے یا پھر فوجی اعتبار سے خصوصی اہمیت کے حامل تھے اور چھوٹے دیہات اور قصبوں کا نسبتاً کم نقصان ہوا۔ اور وہ ممالک جو جنگ میں براہ راست شریک نہ تھے ان کے شہروں قصبوں اور دیہات میں زندگی قریباً معمول پر رہی اس لئے ان جنگوں میں سے کوئی بھی وہ جنگ نہ تھی جس کا نقشہ آیت مذکورہ بالا میں کھینچا گیا ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسی جنگ کی طرف اشارہ کر رہی ہے جس کی شدت اور تباہ کاری کو دُنیا کے ہر کونے اور ہر خطے میں بُری طرح محسوس کیا جائے گا۔

اس کی تصدیق بانئے سلسلہ احمدیہ کی ایک پیشگوئی سے بھی ہوتی ہے جس کا ذکر خاکسار کے ایک مضمون میں جو ۱۲ فروری ۱۹۷۹ء کو پیغام صلح میں چھپ چکا ہے آپ فرماتے ہیں:-

" خدا تعالےٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ ہمارے سلسلہ میں بھی سخت تفرقہ پڑے گا اور فتنہ انداز اور ہوا و ہوس کے بندے جُدا ہو جائیں گے پھر خدا تعالیٰ اس تفرقہ کو مٹا دے گا۔ باقی جو کٹنے کے لائق اور راستی سے تعلق نہیں رکھتے اور فتنہ پرداز ہیں وہ کٹ جائیں گے اور دنیا میں ایک حشر برپا ہوگا اور تمام بادشاہ آپس میں ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گے اور ایسا کشت و خون ہوگا کہ زمین خون سے بھر جائے گی اور ہر ایک بادشاہ کی رعایا بھی آپس میں خوفناک لڑائی کریگی۔ ایک عالمگیر تباہی آئے گی اور ان تمام واقعات کا مرکز ملک شام ہوگا۔۔ ان واقعات کے بعد ہمارے سلسلہ کو ترقی ہوگی اور سلاطین ہمارے سلسلہ میں داخل ہوں گے۔"

چنانچہ اس پیشگوئی کے عین مطابق ۱۹۱۴ء میں جب مولانا نورالدین رؒ فوت ہو جاتے ہیں تو جماعت احمدیہ تفرقہ کے باعث دو گروہوں میں بٹ جاتی ہے ایک گروہ علیحدہ ہو کر لاہور آ جاتا ہے۔ جہاں وہ ایک انجمن قائم کر کے اسلام کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دیتا ہے۔ اور دوسرا گروہ قادیان میں مقیم رہتا ہے[1]

گذشتہ پینسٹھ سالوں میں جماعت کے دونوں گروہوں کی جانب سے تفرقہ کے اسباب پر بہت سا لٹریچر نکل چکا ہے جس میں ایک دوسرے کو اس معاملے میں غلطی خوردہ اور بانی سلسلہ کی تعلیمات و دعاوی سے منحرف ثابت کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ تاہم اب وقت آ گیا ہے کہ خدا تعالےٰ کے ہاتھوں فیصلہ ہو کہ سچا فریق یا گروہ کون سا ہے۔

یہ کام کیسے سرانجام پانا اسے منظور ہے۔ اس کی بابت خاکسار ایک مضمون میں جو پچھلے سال دو قسطوں میں پیغام صلح میں شائع ہوا یوں عرض کر چکا ہے۔

" جماعت احمدیہ ربوہ کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ دونوں جماعتوں میں اختلاف کا سبب مسئلہ خلافت تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ تفرقہ اور اختلاف کی اصل وجہ میاں محمود احمد صاحب اور ان کے ہمنوا لوگوں کی حضرت صاحب کے بارے میں تبدیلی عقیدہ تھی اور غیر از جماعت محقق لوگوں نے اس کی تصدیق کی جیسا کہ ۲۵ مارچ ۱۹۱۴ء کے اخبار الہلال میں مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی اس تحریر سے ظاہر ہے جو یوں ہے۔

" ایک عرصہ سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بناء پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر احمدی مسلمان بھی مسلمان ہیں گو وہ مرزا صاحب کے دعوے پر ایمان نہ لائیں لیکن دوسرا گروہ صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ہیں۔ اس گروہ نے اب انہیں اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا۔"

مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے اس بارے میں جو تحریر شائع کی ہے در حسن عجیب و غریب دلاوری کے ساتھ قادیان رہ کر اظہار رائے کیا ہے وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ اس سال کا یادگار واقعہ سمجھا جائے گا۔"

خدا تعالیٰ اس کی تصدیق مولانا محمد علیؒ کی کتاب " دی نیو ورلڈ آرڈر"[2] کے ذریعے بھی کر رہا ہے جس کے دیباچہ میں مولانا مرحوم نے ۱۹۱۴ء میں پیدا ہونے والے جماعتی تفرقہ اور اس کے اسباب کا ذکر کیا ہے۔ اسی کی طرف حضرت اقدس کے ایک الہام میں اشارہ ہے، فرماتے ہیں:- الہام ہوا:-

(۱) " اے ورڈ اینڈ ٹو گرلز"

(۲) " خواب میں دیکھا کہ گویا ایک انگریز مذکورہ بالا الفاظ بار بار بولتا ہے"

---

[1] ۱۹۴۷ء میں برصغیر کی تقسیم کے موقع پر اس گروہ کو مجبوراً قادیان سے نکل کر پاکستان آنا پڑا۔ اس گروہ کی بڑی کوشش تھی کہ ضلع گورداسپور (جس میں قادیان واقع ہے) مسلم اکثریتی علاقہ میں ہونے کی وجہ سے پاکستان میں شامل ہو مگر خدائی حکمت کے تحت معاملہ برعکس ہوا اور اس قادیان میں مقیم گروہ کو مجبوراً وہاں سے نکلنا پڑا آج کل اس گروہ (جماعت) کا صدر دفتر ربوہ ضلع جھنگ ہے۔

[2] کتاب " دی نیو ورلڈ آرڈر" بانی پاکستان کی ملکی معیشت سے متعلق دو متنازعہ فیہ تقاریر مورخہ ۲۶ مارچ و یکم جولائی ۱۹۴۸ء کا ماخذ ہے ان کے اصل مفہوم بابت پیپلز پارٹی اور دیگر سیاسی جماعتوں کے درمیان اب تک اختلاف چلا آ رہا ہے۔

[1] :- حاشیہ اگلے کالم پر ملاحظہ فرمائیں۔

پھر جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ انگریز نہیں بلکہ وہ مولانا محمد علی صاحب ہیں جو وہ الفاظ بول رہے ہیں اور پھر یہی الہام انگریزی میں ہوا اور ساتھ ہی اس کا ترجمہ بھی یعنی یہ کہ ایک کلام اور دو لڑکیاں۔[1]"

(۲۷ جنوری ۱۹۰۶ء)

۲۷ جنوری ۱۹۰۶ء کی تاریخ ہے جب حضرت صاحب کو یہ الہام ہوتا ہے اور اسی تاریخ کو حضرت مولانا محمد علی مرحوم کی کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر" رؤیا میں دکھلائی جاتی ہے جس کے متعلق آپ فرماتے ہیں:۔

"ایک کتاب دکھلائی گئی اس پر لکھا تھا "لائف" (دیکھیئے بدر جلد ۲ نمبر ۵ مورخہ ۲ فروری ۱۹۰۶ء صـ۲ و الحکم جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۰۶ء صـ۳)

اس کتاب کو مولانا مرحوم نے جب عالم رؤیا میں دیکھا تو اس پر LIFE ASSURANCE کے الفاظ لکھے موجود تھے۔ باطنی واردات کے تحت ان اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالے کی گہری اور باطنی حکمت کے تحت جب ایسی کتاب منظر عام پر آئے گی جس سے حضرت اقدس کی زندگی کے مقاصد پورے ہونے کی راہ کھلے گی اور ان کی سچائی دنیا پر آشکارا ہوگی تو پہلا اثر اس کتاب کا یہ ہوگا کہ حضرت صاحب کے اصل مقام کا لوگوں کو پتہ چلے گا اور ان کے علم الکلام کے اصل وارث لوگوں کی تائید ہو کر تفرقہ مٹے گا"

حضرت امیر مرحوم کی کتاب کے ابتدائی چند صفحات کو پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ آپ نے بھی آئندہ جنگ سے متعلق اس میں اشارہ کر دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں یہ جنگ تباہی اور ہولناکی میں پہلی عالمی جنگوں سے کہیں بڑھ کر ہوگی۔

اس آئندہ آفت اور طوفان کی ایک وجہ تو وہ حالات و مسائل ہوں گے جن کا ابتدا مضمون میں ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری اہم وجہ لوگوں کی اخلاقی حالت میں پستی و تنزل اور ان کی بے راہ روی ہوگی۔ جو تقریبًا دنیا کے تمام ممالک کا مشترکہ مسئلہ ہے۔

خدا تعالیٰ لوگوں کے غلط مذہبی اعتقادات و نظریات پر تو کسی حد تک چپ رہ سکتا ہے مگر ان کی اخلاقی گراوٹ و پستی اور بے راہ روی پر زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکتا۔ بلکہ یہ امور اس کے غیظ و غضب کو دعوت دینے والے ہیں اور عنقریب دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے وہ دراصل اس کے غصہ اور ناراضگی کا مظاہر ہوگا۔

قرآن کریم کی محولہ بالا پیشگوئی جب اس طور پر پوری ہو جاتی ہے جس طور پر خدا تعالے سے علم پاکر بانئے سلسلہ احمدیہ نے بیان فرمایا ہے تو اس سے جہاں قرآن کریم کی عظمت اور اس کے الہامی کتاب ہونے کی صداقت دنیا پر واضح ہو گی وہاں بانئے سلسلہ احمدیہ کے مامور من اللہ ہونے کی سچائی ثابت ہوگی جو کثیر تعداد میں مخلوق خدا کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا موجب بنے گی اور وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں اور حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کی نسبت سخت بدظنی رکھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر اپنے پہلے خیالات سے تائب ہو کر جماعت احمدیہ سے منسلک ہو جائیں گے جن میں ان کے اکابر اشخاص اور سربراہان مملکت تک شامل ہوں گے جیسا کہ پیشگوئی میں بشارت بھی موجود ہے۔

[1] ایک کلام اور دو لڑکیوں کے الفاظ سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ ایک علم الکلام کی بابت دو گروہوں میں جھگڑا ہوگا۔ ہر ایک ان میں سے کوشش کریگا کہ وہ ثابت کرے کہ وہ ہی اس کا وارث ہے۔ دو گروہوں کو دو لڑکیوں کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ (خاکسار اپنے گذشتہ مضمون میں جو تین اقساط میں پیغام صلح میں شائع ہوا اور جس کا حوالہ پہلے آچکا ہے اس امر پر روشنی ڈال چکا ہے)
الہام میں جن دو گروہوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ جماعت احمدیہ کے دونوں فریق ہیں جن میں سے ہر ایک کا دعوٰی ہے کہ وہی حضرت اقدس کے علم الکلام یا تعلیم کا وارث و امین ہے۔"

— ✶ ✶ —

استغفار کی حقیقت

"خدا تعالیٰ سے پاک اور کامل تعلق رکھنے والے ہمیشہ استغفار میں مشغول رہتے ہیں کیونکہ یہ محبت کا تقاضا ہے کہ ایک محب صادق کو ہمیشہ یہ فکر لگی رہتی ہے کہ اس کا محبوب اس پر ناخوش نہ ہو جائے اور چونکہ اس کے دل میں ایک پیاس لگا دی جاتی ہے کہ خدا کامل طور پر اس سے راضی ہو اس لئے اگر خدا تعالیٰ یہ بھی کہے کہ میں تجھ سے راضی ہوں تب بھی وہ اس قدر صبر نہیں کر سکتا کیونکہ جیسا کہ شراب کے دور کے وقت ایک شراب پینے والا ہر دم ایک مرتبہ پی کر پھر دوسری مرتبہ مانگتا ہے اسی طرح جب انسان کے اندر محبت کا چشمہ جوش مارتا ہے تو وہ محبت طبعًا یہ تقاضا کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو پس محبت کی کثرت کی وجہ سے استغفار کی بھی کثرت ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ خدا سے کامل طور پر پیار کرنے والے ہر دم اور ہر لحظہ استغفار کو اپنا ورد رکھتے ہیں اور سب سے بڑھ کر معصوم کی یہی نشانی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے اور استغفار کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ ہر ایک لغزش اور قصور جو بوجہ ضعف بشریت انسان سے صادر ہو سکتی ہے اس امکانی کمزوری کو دور کرنے کے لئے خدا سے مدد مانگی جائے تا خدا کے فضل سے وہ کمزوری ظہور میں نہ آوے اور مستور و مخفی رہے پھر بعد اس کے استغفار کے معنی عام لوگوں کے لئے وسیع کئے گئے اور یہ امر بھی استغفار میں داخل ہوا کہ جو کچھ لغزش اور قصور صادر ہو چکا خدا تعالیٰ اس کے بد نتائج اور زہریلی تاثیر سے دنیا اور آخرت میں محفوظ رکھے۔ پس نجات حقیقی کا سرچشمہ محبت ذاتی خدائے عزوجل کی ہے جو عجز و نیاز اور دائمی استغفار کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور جب انسان کمال درجہ تک اپنی محبت کو پہنچاتا ہے اور محبت کی آگ سے اپنے جذبات نفسانیت کو جلا دیتا ہے تب یکدفعہ ایک شعلہ کی طرح خدا تعالیٰ کی محبت جو خدا تعالیٰ اس سے کرتا ہے اس کے دل پر گرتی ہے اور اس کو سفلی زندگی سے گندوں سے باہر لے جاتی ہے۔"

(چشمہ مسیحی۔ نیا ایڈیشن صفحہ ۳۲-۳۳)

گذشتہ سے پیوستہ

پاکستان میں سگریٹ نوشی سے متعلق تشویشناک حقائق

گیارہ ارب روپے دھوئیں میں اڑا دیئے جاتے ہیں

یورپ کا یہ حال ہے کہ وہاں بالعموم آب و ہوا صاف و شفاف ہے وہاں کے پینے کے پانی میں نہ جراثیم ہو سکتے ہیں اور نہ پانی والے پائپوں میں مردہ جانور، اور نہ وہاں یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ صاف پانی اور غلیظ پانی کے پائپوں کا تال میل ہو جائے۔ یورپ میں غذا میں ملاوٹ کا کوئی تصور نہیں ہے وہاں کی چائے کی پتی میں چنے کے چھلکے نہیں ملائے جاتے۔ وہاں دودھ میں سفیدیاں شریک نہیں کی جا سکتیں وہاں خوردنی تیل کی جگہ کھانے کے لئے موبل آئل نہیں فروخت ہو سکتا۔ وہاں مرغی کی جگہ کوا اور بکرے کی جگہ مردہ کتے کا گوشت یا گائے بھینس کی جگہ مرے ہوئے گھوڑوں گدھوں کا گوشت فروخت نہیں ہوتا ہے، لہٰذا وہاں کا ہر انسان برقراری صحت کے لئے صاف پانی اور خالص غذا استعمال کرتا ہے لہٰذا اس کی صحت کا معیار بہرحال ہم سے بلند ہے سگریٹ نوشی سے جب یورپ میں ایک کروڑ افراد مر سکتے ہیں تو آپ ذرا اپنے ملک کا جائزہ تو لیجئے جہاں غذا پانی جس انداز کا میسر ہے اس کا نقشہ ہم نے اوپر کھینچا ہے اور ہوا تو جس قدر آلودہ میسر ہے اس کا تصور تو ممکن نہیں اس پر مستزاد سگریٹ نوشی جس نے افراد وطن کے سینوں کو چھلنی کر کے رکھ دیا ہے اور سرطان کے پھیلنے کا پورا سامان کر دیا ہے اس وطن پاک کا ہر انسان کسی نہ کسی درجے میں مبتلائے درد و الم ہے۔ دق و سل کے لاکھوں مریض خرابی ماحول پر فکر و نظر کی دعوت دے رہے ہیں امراض نظام ہضم اس کی علامت ہیں کہ گندہ پانی اور ملاوٹی چیزوں نے ان کے نظام جسمانی کو تہہ و بالا کر دیا ہے۔ سگریٹ نوشی بڑھ کر جب چرس کا روپ دھار لیتی ہے تو افراد ملت کے لئے ایک اور بڑا ہی دردناک اور اندوہناک مسئلہ پیدا کرتی ہے۔ پاکستان میں منشیات کا استعمال شروع ہو چکا ہے۔ اور اس وبا نے لاکھوں افراد وطن کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے یہ صحت کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ اخلاق کے بحران کا بڑا ہی المناک مسئلہ ہے۔ ہمارے وطن عظیم کے لاکھوں نوجوان سگریٹ اور چرس نوشی کی آہنی گرفت میں آ چکے ہیں اور ملک و قوم ان کی تعمیری عظمتوں سے محروم ہو رہی ہے۔

پاکستان میں جس تعداد میں سگریٹ پیئے جاتے ہیں ایک محتاط اندازہ یہ ہے کہ ان میں کم و بیش تیس ہزار گیلن نکوٹین ہوتی ہے اگر نکوٹین کی یہ مقدار وریدی انجکشن سے انسانی جسم میں داخل کر دی جائے تو پاکستان کی ہزار گنا آبادی کو ہلاک کر دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ سگریٹ نوش کے جسم میں نکوٹین بہرحال جذب ہوتی ہے اور ایک ایسے زہر کی حیثیت رکھتی ہے کہ جس کی ہلاکت خیزی سست اور غیر محسوس ہوتی ہے اس قدر ثابت کر دیا ہے کہ فلٹر کے ذریعے صرف ۲۵ تا ۵۰ فیصد کی نکوٹین کا جذب ہونا روکا جا سکتا ہے اور اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ تمباکو اور سگریٹ سے نکوٹین کو خارج کرنا ہرگز ممکن نہیں۔ اور فلٹر بھی اس میں کوئی مدد نہیں کرتے۔

پاکستان میں اعداد و شمار رکھنے کا کوئی دستور نہیں ہے اور اگر آپ کو خوش قسمتی سے کوئی اعداد و شمار دستیاب ہو جائیں تو ان کے بارے میں یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مبنی بر صحت ہوں گے صحت و مرض کے باب میں صورت حال کو جانتا ہوں اور یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان میں اس موضوع پر تمام اعداد و شمار صحت سے عاری ہیں اس لئے کہ ہم خود محنت نہیں کرتے اور ملٹی نیشنل کارپوریشنوں کے مزاج کے مطابق اپنے حالات کو ڈھالنے کے عذاب میں گرفتار ہیں۔

ہم سگریٹ نوشی کے باب میں برطانیہ کے ایک اعداد و شمار سے مدد لے کر پاکستان کے حالات کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔

برطانیہ میں تمباکو کی تحقیقاتی انجمن نے جو اعداد و شمار کئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ برطانیہ کے تیئس ہزار ملین تمباکو پینے والوں نے ۱۹۲۹ء میں ۲۵۰۲۶ء۱۳ ملین سگریٹس ۱۱۳۵ ملین سگار اور زیرہ اعشاریہ ایک ملین پاؤنڈ پائپ کا تمباکو استعمال کر ڈالا۔ یعنی ۱۹۵۸ء کے مقابلے میں ۲۴۷۰۱ ملین سگریٹوں اور ۵۸۸ ملین سگاروں کا اضافہ ہو گیا۔ اب ملاحظہ کیجئے کہ اس سے بیماری میں کتنا اضافہ ہوا۔

بیماری ۱۹۵۸ء ۱۹۶۸ء سینے کا سرطان ۱۹۲۰ء ۲۸۸۳۶

نرخرے کی نالیوں کا ورم ۲۹۳۹۲ ۲۹۸۶۴ دل کے امراض ۸۴۰۴۱ ۱۳۸۶۱۷

اب ذرا اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز اعداد و شمار ملاحظہ کیجئے۔

تمباکو کے محصول میں سرکاری خزانے کو ہر سال ۱۱۰۰ ملین پاؤنڈ کی آمدنی ہوتی رہتی ہے۔ تمباکو کے صنعت کار اپنے کارخانوں کی بنائی ہوئی چیزوں کی فروخت میں اضافہ کر سکنے کے لئے ہر سال اشتہارات پر اٹھارہ ملین پاؤنڈ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اس کے برعکس تمباکو نوشی کے خلاف جو تحریک چلائی جا رہی ہے اس پر صرف ایک لاکھ پاؤنڈ خرچ کئے جاتے ہیں۔ یعنی سرکاری خزانے کو تمباکو کی فروخت کی بدولت جو رقم حاصل ہوتی ہے اس کے دسویں حصے کا محض ایک فیصد

برطانیہ کی سابق لیبر گورنمنٹ یہ کوشش کر رہی تھی کہ تمباکو کے استعمال اور اشتہارات پر پابندی عائد کر دے مگر وہاں کی سب سے بڑی تمباکو کی کمپنی یعنی امپریل ٹوبیکو کمپنی کو یہ بات نہایت ناگوار گذری حالانکہ وزارت صحت اس پابندی کو پسند کرتی تھی اس کے باوجود دوسری وزارتیں اس کے خلاف ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ تمباکو کے سلسلے میں "قومی جذبات کو برانگیختہ کرنا سیاسی دانشمندی کے خلاف ہو گا کیونکہ حال ہی میں شراب نوشی پر چند پابندیاں عائد کی جا چکی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ انہیں یہ خوف تھا کہ پابندی عائد کرنے سے سگرٹ پینے والوں کے ووٹ حاصل نہ ہو سکیں گے۔

برطانیہ میں محکمہ صحت و سماجی تحفظ کے افسر اعلیٰ سر جارج گاڈبر نے اپنی سالانہ رپورٹ میں صاف صاف لکھا ہے کہ گذشتہ چند برسوں میں تمباکو نوشی کی بدولت اموات میں جو اضافہ ہوا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر پہلے پچاس ہزار اموات ہوتی تھیں تو اب یہ تعداد بڑھ کر ایک لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ ۱۹۶۱ء سے لے کر ۶۷ء تک صرف پھیپھڑوں کے سرطان کی وجہ سے اموات میں چالیس فیصد کا اضافہ ہو چکا ہے سر جارج نے لکھا ہے کہ شاید ہمارے معاشرے کو اس تلخ حقیقت کا احساس

ابھی تک نہیں ہوا ہے کہ ہمیں سگریٹ سے نجات حاصل کر لینا انتہائی ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تمباکو کا تعلق تجارت و زراعت سے اس قدر زیادہ ہو چکا ہے اور حکومت کو بھی اس کی بدولت اس قدر زیادہ رقم حاصل ہوتی ہے کہ اس کے خلاف جو آواز بھی اٹھائی جاتی ہے وہ اشتہارات کے ہجوم اور ہنگاموں اور سماجی اطوار کے سامنے صدا بہ صحرا بن جاتی ہے۔

پاکستان پر یلغار

تمباکو فروخت کرنے والی بین الاقوامی کمپنیوں کو جب سے یہ اندیشہ ہوا کہ دولت مند ملکوں میں ان کے مال کی کھپت نہیں ہو سکے گی کیونکہ وہاں لوگوں کو تمباکو کے مضرت رساں اثرات کا علم ہو گیا ہے تو انہوں نے غریب اقوام کو اپنا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ یہ کام انہوں نے دو طرح سے کیا ایک تو تمباکو کی کاشت کے ذریعہ سے اور دوسرے تمباکو کے استعمال کے ذریعہ سے۔ ان کمپنیوں کے اس عمل سے پاکستان میں اور تیسری دنیا میں بیماریوں کو فروغ حاصل ہو رہا ہے اور جنگلات تباہ ہو رہے ہیں۔ جس زمین پر اناج پیدا ہونا چاہیئے اس پر قبضہ کیا جا رہا ہے۔ اور ان تمام باتوں کا مجموعی نتیجہ یہ ہے کہ غریب ملکوں کی حکومتیں زیربار ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

ہانگ کانگ کے ایک صحافی نے اس سلسلہ میں انگریزی میں ایک موضوع پر وسیع معلومات فراہم کی ہیں۔ اس صحافی نے سب سے پہلے جو حیرت انگیز انکشاف کیا وہ یہ ہے کہ ترقی پذیر ملکوں میں جو سگرٹیں فروخت کی جاتی ہیں ان میں کول تار بہت زیادہ ہوتا ہے اسی قسم کی سگرٹیں جو امریکا اور برطانیہ میں فروخت کی جاتی ہیں ان میں کول تار کم ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے اس چیز سے سرطان کا گہرا تعلق ہے۔

اہل فکر و نظر نے دنیا کی سب سے بڑی کمپنی برٹش امریکن ٹوبیکو کی مختلف اقسام کی سگرٹیں خرید لیں اور ان کا تجزیہ امریکا کی نیشنل لیبارٹری میں کیا گیا جو کہ اوک ریج ٹینس امریکا میں ہے تجزیہ کرنے کے بعد پتہ چلا کہ جو سگرٹیں کینیا، سری لنکا اور ملائشیا میں فروخت کی جاتی ہیں ان میں کول تار بہتر (۷۲) فیصد ہوتا ہے حالانکہ وہی سگرٹیں جو برطانیہ میں فروخت کی جاتی ہیں ان میں اتنا کول تار نہیں ہوتا۔ افریقی اور ایشیائی ممالک میں سگریٹ کی فروخت پر وہ پابندیاں نہیں ہیں جو برطانیہ اور امریکا میں ہیں۔

اقوام متحدہ نے جو اعداد و شمار جمع کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۷۶ء میں دنیا کی قابل کاشت زمین کے چار اعشاریہ پانچ ہیکٹر پر یعنی ایک کروڑ دس لاکھ ایکڑ پر تمباکو کی کاشت کی جا رہی تھی اس کا ۶۰ فیصد تیسری دنیا میں تھا۔ جس سے ۵۰ فیصد تمباکو پیدا ہو رہی تھی۔ مولف کا کہنا ہے کہ تمباکو نے تیسری دنیا کے وسائل کو تباہ کر رکھا ہے ورنہ انہی وسائل سے اناج پیدا کیا جا سکتا ہے۔ تمباکو کی کاشت پر خرچ بھی بہت زیادہ کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے دوسری چیزوں کی کاشت ناممکن ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بیروزگاری بھی بڑھتی ہے۔ اس کے علاوہ تمباکو کی کاشت کی بدولت ریگستانی علاقے وسیع تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ تیسری دنیا کو تمباکو کی فصل کو بچانے کے لئے ہر سال بے شمار درخت کاٹنے پڑتے ہیں اور پھر جب ملک میں تمباکو کی کاشت بڑھ جاتی ہے تو پھر سگریٹ کے لئے کاغذ اور ڈبیاں بنانے کا سامان منگوانا پڑتا ہے۔ لہٰذا ملک اور بھی زیربار ہو جاتا ہے۔ ایک طرف غذائی اجناس نہ پیدا کرنے سے ملک پر بار پڑتا ہے تو دوسری طرف عوام کی صحت خراب ہوتی ہے اس پر طرہ یہ کہ قابل کاشت زمین بھی برباد ہو جاتی ہے۔

غریب ممالک ان حالات کو اس بنا پر برداشت کرتے چلے آ رہے ہیں کہ سگریٹ بنانے والی کمپنیوں کی بدولت حکومت کو ٹیکس وصول ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض کمپنیاں یہ چالاکی بھی کرتی ہیں کہ حکومت کے کرتا دھرتا لوگوں میں سے چند کو اپنے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں بھی شامل کر لیتی ہیں۔ بیس دولت مند ملکوں میں سے ۱۹ نے تمباکو نوشی پر پابندیاں عائد کر رکھی ہیں اس کے مقابلے میں تیسری دنیا کے ۴۵ ملکوں میں سے صرف گیارہ نے کچھ پابندیاں عائد کی ہیں۔ پاکستان اب تک اس باب میں بالکل خاموش اور بے حرکت و عمل ہے یہاں ایک طرف پاکستان ٹوبیکو بورڈ ہے کہ صوبہ سرحد میں تمباکو کاشت کے اعلا مدارج طے کرنے کے بعد اب صوبہ سندھ میں تمباکو کاشت کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے اور وزارت صحت پاکستان اس حرکت پر کوئی قدغن عائد نہیں کرتی شاید پاکستان کے مسئلہ صحت سے اسے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے۔ سگریٹ ساز کمپنیاں کھلے بندوں سگریٹ سازی اور تشہیر کے میدان میں سرگرم ہیں اور ذرائع ابلاغ سگریٹ کی تشہیر میں پیش پیش ہیں۔ تیسری دنیا دولت مند ملکوں کے سرمایہ داروں اور سگریٹ سازوں کی ہدف بنی ہوئی ہے اور یہاں سگریٹ نوشی کی تباہ کاریاں بڑھتی جا رہی ہیں یہاں بیوروکریسی خریدی جا سکتی ہے ضرورت ہے کہ تیسری دنیا میں ایک انقلاب برپا ہو اور سگریٹ کی تباہ کاری پر بند باندھے۔

جس کو بیدار کر کے امت مسلمہ پاکستان کی صحت و اخلاق کی اس بربادی پر بند کیوں نہیں باندھتے؟ یہ کیسے صحیح و درست اور جائز ہو سکتا ہے کہ ہم چند افراد کے لئے اور عیش پسند افراد کے ایک مجموعے کے عیش و عشرت کے لئے تمباکو کی کاشتوں اور سگریٹ سازیوں سے حاصل کرتے ہیں ایک محتاط اندازہ یہ لگایا گیا ہے کہ پیرس سے نیویارک تک جیٹ ہوائی جہاز اپنی ایک اڑان میں ۲۵ ٹن آکسیجن پھونک دیتا ہے۔ پاکستان کے بھی سگریٹ نوش بھی جب سگریٹ نوشی کرتے ہیں تو فضا سے جان فزا آکسیجن جلاتے رہتے ہیں نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی وجہ سے فضا کس قدر خراب ہو رہی ہے۔

عالمی ادارہ صحت کے ایک ماہر دمشیر نے سگریٹ کی ہلاکت خیزی کا حسب ذیل نقشہ کھینچا ہے۔

یورپ میں ۱۹۸۲ء سے ۲۰۰۰ء تک ۱۸ سال کے دوران صرف سگریٹ نوشی سے ایک کروڑ افراد ہلاک ہو جائیں گے۔

اس مشیر کے مطابق یہ اموات کینسر عارضہ قلب اور نفخ الصدر (ایمفی سیما) کے مرض کی بنا پر ہوں گی۔

(بشکریہ مشرق میگزین لاہور)

محمد علی فری ڈسپنسری

دکھی انسانیت کی خدمت اور حصول ثواب کا بہترین ذریعہ ہے۔

اس کار ثواب میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اپنے عطیات بھجوانا نہ بھولیں

عطیات بھجوانے کا پتہ

(چوہدری) ریاض احمد صدر مقامی جماعت احمدیہ

دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

(بقیہ صفحہ سے آگے)

بلائے ہوئے راستے عزیز ہو جاہیئں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ دُعا کی تھی کہ:۔

"یا الٰہی شراب کے بارے میں ہماری ایسی راہنمائی فرما جو شافی و کافی ہو"

تو اس کے بعد قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی تھی۔

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو یقیناً شراب۔ جوا۔ بُت پرستی اور تیروں سے نصیب آزمانا گند (رجس) ہیں اور یہ شیطانی عمل ہیں پس تم اس سے اجتناب کرو تاکہ تم کامیاب ہو سکو۔ یقیناً شیطان یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعے دشمنی اور بغض پیدا کرے اور تمہیں ذکر الٰہی اور نماز سے دور کر دے پس کیا تم ان سے باز نہیں آؤ گے"

کس قدر وضاحت سے شراب کی حرمت کا حکم نازل فرمایا گیا ہے شراب کے لئے اللہ تعالیٰ نے "رجس" کا لفظ استعمال کیا ہے جو بمقام پر سؤر کے گوشت کے لئے استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔

"ان کو کہہ دے کہ جو مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے اس میں میں یہ نہیں پاتا۔ کہ کسی کھانے والے پر کیا حرام کیا گیا ہے سوائے مردہ گوشت، خون اور سؤر کے گوشت کے کیونکہ یہ "رجس" ہیں۔

اب اس قدر واضح ہدایت کے باوجود اگر کوئی خواہ وہ کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو یہ کہے کہ قطعی حرمت کا ذکر نہیں ہے تو کس قدر بڑا ظلم اور جرم ہے۔ اور بعض لوگ جو ایک درمیانی راہ پیدا کرتے ہیں کہ بیماری یا ضرورت کے وقت شراب کا جواز ہے اور وہ لوگ شرابیوں کے ہاتھوں میں لائسنس دیکر انہیں شراب خانوں کے دروازوں کے مستقل گاہک بنا دیتے ہیں ان کے لئے بھی خدا تعالیٰ کے محبوب اور پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک قول پیش کرتا ہوں کہ وہ کافی ہوگا کہ حضورؐ سے سوال کیا گیا ہے کہ کیا بیماری کا علاج شراب سے کرنا ممکن ہے تو حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

"اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے اس چیز میں قطعاً شفا نہیں رکھی جس چیز کو اس نے امت پر حرام قرار دیا ہو"

اور یہ امر کس سے پوشیدہ ہے کہ جب جواز کا دروازہ تھوڑا سا کھلا رکھا جاوے تو سارے دروازے کو کھول لینا کون سا مشکل کام ہے اور نص قرآنی کے خلاف اجتہاد اور قیاس سے کام لینے کو تمام فقہائے امت نے منع قرار دیا ہے۔

* ہر مسلمان اور مومن کہلانے والے سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کے بیان فرمودہ احکامات کو سمجھنے کے لئے صرف ایک ہی طریق بتلایا گیا ہے۔ " سنتی و سنۃ خلفاء الراشدین المھدیین کہ میری سنت اور میرے خلفاء کی سنت کے مطابق عمل کرنا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضورؐ کے وقت میں یا حضور صلعم کے خلفاء کے دور میں شراب پینے والے سے کیا سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔

* یہ تو ہر مسلمان کے ذہن نشین ہے کہ جب حرمت شراب کا حکم نازل ہوا تو مسلمانوں نے شراب کے مٹکے توڑ دیئے اور تمام شراب کے ذخیرے مدینہ کی گلیوں میں بہا دی۔

* تمام مکاتب فکر کے فقہاء اس امر پر تو یک زبان ہیں کہ شراب پینے والا سزا کا مستحق ہے۔ سزا کس قدر ہونی چاہیئے اس میں زمانہ اور وقت کے اعتبار سے آراء میں اختلاف ضرور پایا جاتا ہے حنفی۔ مالکی اور حنبلی مکتب فکر کی یہ رائے ہے کہ شرابی کی سزا اسی کوڑے ہیں۔ اور شافعی۔ ظاہری اور زیدی مکتب فکر کے علماء نے چالیس کوڑے لگانے پر اتفاق کیا ہے۔

احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضور صلعم کے دور میں شراب پینے کی سزا چالیس کوڑے تھی بخاری شریف میں ایک حدیث ہے کہ:

"حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے شراب کی سزا کے طور پر چھڑی سے اور جوتے سے مارنے کا حکم دیا اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی چالیس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

دوسری روایت میں ہے:

سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ ہم حضور صلعم کے عہد میں ایک شرابی کو حضورؐ کی خدمت میں لائے تو چالیس کوڑوں کا حکم ہوا یہی عمل حضرت ابوبکرؓ کے دور میں ہوا اور یہی حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں رہا۔ جب لوگ باز نہ آئے تو نافرمانی شروع کی تو حضرت عمرؓ نے پھر اسی کوڑوں کا حکم دیا۔

* دور نبویؐ اور دور خلافت راشدہ کے مطالعہ سے یہ بات تو طے ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں پر شراب کو قطعاً حرام قرار دیا گیا اور اس کی سزا دی جاتی رہی۔ یہاں تک کہ ایک حدیث میں یوں بھی آیا ہے کہ:۔

"ابو داؤدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شرابی کو سزا دینے کے بعد اس کے منہ پر مٹی ڈالی اور لوگوں نے بھی مٹی ڈالی اور یہ بطور سزا کے تھا"

* احادیث کی روشنی میں ذیل میں شراب کی ان اقسام کا ذکر کر دینا بہتر ہوگا جو حرمت شراب کے حکم کے نازل ہونے سے قبل اہل عرب کے استعمال میں تھیں اور جن سے جب بھی موقعہ ہوا سوال کرنے پر حضورؐ نے منع فرمایا۔

۱۔ شہد کی شراب (تبع)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ سے قبل تبع کے متعلق سوال ہوا جو کہ شہد سے تیار کی جاتی تھی اور اہل یمن بکثرت استعمال کرتے تھے۔ تو آپؐ نے فرمایا:

"جو شراب نشہ دے پس وہ حرام ہے"

اب کس قدر واضح اور بنیادی ارشاد ہے کہ ہر چیز جو پینے والی ہو اور اس سے نشہ ہوتا ہو وہ حرام ہے اور یہ تو قرآن کریم کا حکم ہے کہ:۔

"نشہ والے کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی"

۲۔ مکئی کی شراب (مزر)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ابوداؤد سے روایت ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا کہ میں نے حضور سے شہد کی شراب کے بارہ میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا وہ تو بنیذ ہے۔ میں نے عرض کی کہ لوگ مکی اور جو سے بھی نبیذ بناتے ہیں آپؐ نے فرمایا وہ مزر ہے اور ارشاد فرمایا

"اپنی قوم سے جاکر کہہ دو کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے"

ایک اور جگہ ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ :-

"مجھے اور معاذ بن جبلؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھجوایا تو معاذ نے کہا کہ آپؐ ہمیں ایسے ملک میں بھجوا رہے ہیں جہاں کے لوگ کثرت سے شراب کے رسیا ہیں تو ہم وہاں کیا پیئیں گے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہاں "ہر چیز پی لینا مگر نشہ آور چیز نہ پینا"

۳۔ کچّے کھجور کے پانی کی شراب

"حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں ابوعبیدہؓ اور اُبی بن کعب کو مکئی اور کھجور کی شراب پلاتا تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے خبر دی کہ شراب حرام ہوگئی ہے تو ابوطلحہ نے مجھے کہا کہ اے انسؓ اسے پھینک دے تو میں نے پھینک دی"

۴۔ انگور کے پانی کو اُبال کر بنائی گئی شراب (طلاء)

عرب کے لوگ انگور کا پانی نچوڑ کر اسے اس قدر اُبالتے تھے کہ جب وہ دو تہائی سے زائد اُڑ جاتا تھا تو نشہ آور ہو جاتا تھا اور جو نیچے بچ جاتا تھا وہ شراب کہلاتا تھا۔

۵۔ مکئی کی حبشی شراب (غبیراء)

یہ شراب حبشہ کے لوگ مکئی کو اُبال کر نشہ آور بنا کر استعمال کرتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ :-

"عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے خمر اور مَیسر سے اور غبیراء سے منع فرمایا اور فرمایا کہ "ہر نشہ آور چیز حرام ہے"

۶۔ داذی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے داذی شراب کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا :-

"میری امت کے لوگ شراب کو استعمال کرتے ہیں اور اس کا نام کچھ اور رکھ لیتے ہیں"

اس حدیث سے یہ امر واضح ہے کہ کوئی بھی اور نام رکھ کر نشہ آور چیز کا استعمال ممنوع ہے۔

۷۔ وسکی

عربی انسائیکلو پیڈیا میں اسے میسرہ لکھا گیا ہے جس کے معنے "زندگی کا پانی" ہے اسے گندم۔ جو۔ یا مکئی سے تیار کیا جاتا ہے اور حدیث میں پھلوں اور سبزیوں سے تیار شدہ نشہ آور مشروب کے استعمال سے روکا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بیسیوں قسم کے مشروبات ہیں جن کو مختلف نام دیکر استعمال کیا جاتا ہے اور ان سے صرف اس بناء پر باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ نشہ آور ہیں اور نشہ آور چیزوں کا استعمال ایک مومن اور مسلم کہلانے والے کے لئے جسمانی اور روحانی دونوں اعتبار سے نقصان دہ ہے۔

- ہم روزانہ زندگی میں اس کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ نشہ آور چیزوں کے استعمال کرنے والے نشہ میں کس کس قسم کی ذلیل اور گھٹیا حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ عبادت کا بجالانا تو ایک طرف رہا نشہ میں رشتوں کا امتیاز بھی مٹ جاتا ہے اور انسان سے اس قسم کی گری ہوئی حرکات سرزد ہوتی ہیں کہ وہ انسان معلوم ہی نہیں ہوتا۔ ایک معزز انسان نشہ کی حالت میں گندی نالی کے کنارے پڑا نظر آتا ہے فحش گوئی اور بدکلامی کے علاوہ اس وقت اس کے منہ سے کچھ بھی نہیں نکلتا۔ جن ملکوں میں شراب کا بکثرت استعمال ہے ان کے اعداد و شمار سے جرائم کی بڑھتی ہوئی کثرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور جو چیز جرائم کو جنم دے اس کا استعمال کسی معاشرے کے لئے بھی سودمند نہیں ہے۔

- اسلام ہمیں ایک پاک، نیک اور صاف ستھرے معاشرے کا ایک فرد بنانا چاہتا ہے اور ہمیں محترم اور مکرم ابنائے آدم میں سے ایک دیکھنا چاہتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے :-

ولقد کرّمنا بنی آدم

ہم نے بنی آدم کو بہت تکریم اور احترام دیا ہے تو کیا ہمیں خدا کے دیئے ہوئے اس اعزاز اور منصب سے گر جانا چاہیئے اور چند گھڑیوں کے نشہ کے لئے جو بعد میں زندگی بھر کا روگ بن جائے اپنی آدمیّت اور انسانیت کو بالائے طاق رکھ دینا چاہیئے۔ ہرگز نہیں۔ ہمیں ہر اس نشہ سے قطعاً اور قطعاً پرہیز کرنا چاہیئے جو "پینے سے" "کھانے سے" یا "منہ میں رکھنے" سے ہمیں ہمارے مقام سے گرا دے۔ خدا تعالیٰ ہمیں احکام الٰہی کی پیروی کرنے اور اس پر چلنے اور اسکی تلقین کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

— ***** —

اطاعتِ امیر بہرحال ضروری ہے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جو شخص امیر قوم میں ایسی چیز دیکھے جسے وہ پسند نہ کرے تو چاہیئے کہ وہ صبر کرے۔ (اور معاملہ پر غور کرتا رہے شائد وہ خود غلطی پر ہو) پس جو شخص بھی جماعت سے ایک بالشت جدا ہوا (اور جماعت میں انتشار پیدا کیا) وہ جاہلیت کی موت مرے گا"

——— * * * ———

باہتمام البدر پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ (چیف ایڈیٹر:- ڈاکٹر اللہ بخش)

جلد ۱۷ { یوم چہار شنبہ، ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۵ جنوری ۱۹۸۴ء } شمارہ ۴

ملفوظات حضرت مجدد صد چہار دہم

جماعت کو وصیّت

" میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں۔ آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سُنے یا نہ سنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیات ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی میری موت میری قربانیاں میری نماز اللہ ہی کیلئے ہیں۔" (الحکم ۳۱۔ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۴)

" دیکھو دنیا چند روزہ ہے اور آگے پیچھے سب مرنے والے ہیں۔ قبریں منہ کھولے ہوئے آوازیں مار رہی ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی نوبت پر جا داخل ہوتا ہے۔ عمر ایسی بے اعتبار اور زندگی ایسی ناپائیدار ہے کہ چھ ماہ اور تین ماہ تک زندہ رہنے کی امید نہیں۔ اتنی بھی امید اور یقین کہ ایک قدم کے بعد دوسرا قدم اٹھانے تک زندہ رہیں گے یا نہیں۔

پھر جب یہ حال ہے کہ موت کی گھڑی کا علم نہیں اور یہ پکی بات ہے کہ وہ یقینی ہے ٹلنے والی نہیں تو دانشمندوں کا فرض ہے کہ ہر وقت اس کے لئے تیار رہیں اور اسی لئے قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے۔ لا تموتنّ الا وانتم مسلمون

(الحکم ۱۷۔ اگست ۱۹۰۲ء صفحہ ۵)

" بے ثباتی دُنیا "

نفسِ دُنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

اے حُبِّ جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں ؛ اسمیں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں
دیکھو تو جا کے اُن کے مقابر کو اک نظر
سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر
اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے
اِک دن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے
اک دن تمہارا لوگ جنازہ اٹھائیں گے
پھر دفن کر کے گھر میں تاسف سے آئیں گے
اے لوگو عیشِ دُنیا کو ہرگز وفا نہیں
کیا تم کو خوفِ مرگ خیالِ فنا نہیں۔
سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے + کس نے بلا لیا وہ سبھی کیوں گذر گئے
وہ دن کبھی اکیدن تمہیں یاد نصیب ہے، + خوش مت ہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے،
ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو
نفسِ دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

دُعا

بحضور رب العلیٰ

اے خدا، اے بندوں کے مالک تیری قدرت کا زبردست ہاتھ ہر ایک کی گردن پر ہے۔ اے دروازہ ہائے رحمت کے کھولنے والے، اے ہر طرح کے اسباب کے مہیا کر دینے والے ہمارے واسطے وہ سبب اور ایسا سامان مہیا فرما جو ہماری طاقت درخواست و طلب سے بڑھ کر ہے۔

خدایا ہم کو خاص اپنے کام میں مشغول ہونے کی توفیق عنایت فرما کہ ہم تیرے ہی انصاف و داد سے تسلی یاب ہوں۔ تیری مخلوق سے کوئی تمنا اور آرزو ہم کو نہ رہے ہمارا انس و محبت اگر ہو تو تجھ سے ہو تیرے غیر سے تعلق خاطر ہمیں وبال جان ہو۔ تیری تقدیر پر رضامندی ہماری خوشی ہو تیری طرف سے کسی زحمت و بلا کے آنے پر ہمیں صبر آجائے۔ صرف تیرے ہی عطا پر ہم قناعت کرنیوالے ہوں اور تیری ہی نعمتوں کے شکر گذار محض تیری ہی یاد سے ہمیں لذت ملے اور تیری ہی سچی کتاب ہمارے لئے راحت و شادمانی کا باعث ہو۔ رات کی درمیانی سنسان گھڑیوں اور دن کے آغاز و انجام پر ہمیں تیری ہی ذات پاک کے ساتھ رازگوئی کی عزت حاصل ہو۔ وہ دنیا جو تیری پاک یاد سے غافل کرنیوالی ہے اس سے ہم کنارہ کش ہو جائیں۔ اور آخرت سے دوستی اور محبت کا لگاؤ پیدا ہو۔ تیری ملاقات کا شوق غالب ہو۔ تیری ہی جناب کی طرف ہر وقت متوجہ رہیں گویا کہ ہم ہر وقت موت کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ اور سمجھیں کہ یہ ہی ایک سچی راہ ہے جس راہ سے ہم نے تیرے حضور میں حاضر ہونا ہے۔

اے ہمارے پروردگار جو وعدہ تُو نے ہمارے حق میں اپنے پیارے رسولوں کی زبان پر فرمایا ہے وہ ہمیں عنایت فرما۔ ہم کو روز قیامت کی رسوائی سے بچا بے شک تیری ذات سے ہرگز خلافِ وعدہ نہیں ہوتا۔

الٰہی اپنی توفیق کو ہماری رفیق اور راہ راست کو ہمارا طریق مقرر فرما خداوندا ہمارے مقصدوں میں ہم کو تو کامیاب کر اور ہماری توبہ قبول کر کہ بے شک توبہ قبول کرنے والا مہربان تُو ہی ہے۔

الٰہی ہماری صبح کا آغاز تیرے ہی نام پاک سے ہو اور اختتام شام پر بھی تیرا ہی نام پاک منہ سے نکلے۔ تیرے ہی نام سے ہماری زندگی ہو اور تیری ہی نام سے ہماری موت ہمارا رجوع آخری تیری ہی جناب کی طرف ہے۔

خدایا۔ اپنے روئے مبارک کی لذت دیدار ہمیں عطا فرما اور اپنی ملاقات پاک کا ذوق و شوق ہمارے دلوں میں پیدا کر۔

بارالٰہا۔ ہمیں سچ کو سچ کر دکھا اور اسی سچ کی تابعداری پر قائم رکھ اور جھوٹ ہمیں جھوٹ ہی نظر آئے۔ اور اس سے ہمیشہ ہم کو نفرت اور پرہیز ہی حاصل رہے۔

الٰہی ہمیں ہر ایک چیز کی اصلیت اور حقیقت سے آگاہ کر دے اور ہم کو ایسی حالت میں موت نصیب کر کہ ہم تیرے فرمانبردار مسلمان ہوں اور ہم کو اپنے خاص نیک بندوں کی جماعت میں شامل فرما۔ ظالموں بے انصافوں کی بدی کو ہم سے دور کر۔ اور اپنے صادق ایمان داروں کی دعا میں ہم کو شریک کر۔ اپنی یاد کی غافلوں اور غفلت کی نیند میں سونے والوں کی نیند سے ہمیں جگا دے اور ہم کو اپنے پیارے برگزیدہ رسول کریم کی شفاعت سے بہرہ مند کر اور اس حال میں کہ ہم تیری عطا کردہ سلامتی سے امن پانے والے ہوں۔ ہم کو بہشت میں داخل فرما اپنے خالص پرہیزگاروں کی جماعت میں قیامت کے دن ہمیں اٹھا اور اپنے پناہ دینے والے آتشِ دوزخ سے ہم کو نجات دے۔

خداوندا۔ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی بخشش اور اپنا رحم نازل فرما۔

خداوندا۔ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی خاص مدد اور نصرت عنایت فرما۔

خداوندا۔ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بندھے ہوئے کام کھول دے۔

خداوندا۔ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صلاحیت عطا فرما۔

خداوندا۔ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کشادگی عطا فرما۔

خداوندا۔ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کے اقران و امثال پر عزت و بزرگی سے سرفراز کر۔

خداوندا۔ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے گناہوں خطاؤں لغزشوں سے درگذر کر۔

اے توبہ کرنے والوں کے سچے دوست ہماری توبہ قبول کر۔

اے ڈرے ہوئے اور خوف زدہ ہوئے ہوؤں کے امان دینے والے ہم کو امن دے۔

اے۔ حیرت میں بھٹکتے پھرنے والوں کے رہنما ہماری رہنمائی کر۔

اے۔ فریادیوں کے فریادرس ہماری فریاد کو پہنچ۔ مایوسوں کے امیدگاہ ہماری امیدوں کو منقطع نہ کر۔ اے گنہگاروں پر رحم کرنے والے ہم پر رحم کر۔ خطاکاروں کے بخشنے والے ہماری خطا معاف کر۔ سب قسم کی بلاؤں کو ہم سے دور فرما اور اپنے نیکوکار بندوں کے ساتھ ہمارا انجام بخیر کر۔

الٰہی ہمارے گناہوں کو بخش۔ ہمارے عیبوں کی پردہ پوشی کر ہمارے سینے کو کھول دے۔ ہمارے دلوں کی نگہبانی کر۔ ہمارے دلوں کو اپنی ہدایت کے نور سے روشن فرما۔ ہمارے کاموں کو آسان کر۔ ہماری مراد و حاجات کو حصول کا درجہ عطا فرما۔

الٰہی ہم کو بھی ہمارے دوستوں۔ ہمارے والدین، ہمارے بزرگوں۔ استادوں خویشوں اور قرابتیوں کو بھی اور ان لوگوں کو بھی جن کا حق ہم پر ہے اور جمیع امت محمد صلعم کو تو اپنے خاص رحم اور کرم سے بخش دے۔

———— *** ————

از قلم مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب

درسِ قرآن ـ سبق (۵۴)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ـ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝ لا کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ؕ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاَخَذَھُمُ اللّٰہُ بِذُنُوْبِھِمْ ؕ وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَھَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِھَادُ ۝ قَدْ کَانَ لَکُمْ اٰیَۃٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَۃٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاُخْرٰی کَافِرَۃٌ یَّرَوْنَھُمْ مِّثْلَیْھِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ؕ وَاللّٰہُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ۝

(سورۃ آل عمران ـ آیات ۱۰ تا ۱۳)

ترجمہ:- "جو لوگ کافر ہیں ان کے اموال اور ان کی اولاد (یعنے کثرت) اللہ کے بالمقابل کسی کام نہ آئیگی۔ اور وہی آگ کا ایندھن ہیں۔ (ان کا حال) فرعون کے لوگوں کا سا ہے اور ان لوگوں کی طرح جو ان سے بھی پہلے تھے۔ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو اللہ نے ان کو اُن کے گناہوں کے سبب پکڑا۔ اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ جو لوگ کافر ہیں ان سے کہہ دے کہ تم جلد ہی مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ کیا ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ یقیناً تمہارے لئے نشان تھا ان دو گروہوں میں جن کی آپس میں مُٹ بھیڑ ہوئی۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑتا تھا۔ اور دوسرا کافر تھا۔ وہ ان کو ظاہر آنکھ سے اپنے سے دوچند دیکھتے تھے۔ اور اللہ اپنی نصرت کے ساتھ جس کو چاہے مدد دیتا ہے۔ اس میں بصیرت رکھنے والوں کے لئے یقینی عبرت ہے۔"

ان آیات سے سورۃ آلِ عمران کے دوسرے رکوع کی ابتدا ہوتی ہے پچھلے رکوع پر میں دو درس دے چکا ہوں۔ جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں اس سورت میں زیادہ تر عیسائیت اور عیسائیوں کا ذکر ہے۔ پچھلے رکوع کا اہم مضمون تھا۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں محکمٰت اور متشابہات دونوں کا ہونا، متشابہات میں کچھ حصہ کلام کو رکھنے میں مصلحت، اور متشابہات کو محکمٰت کے ماتحت (اور ان کے اندر) رکھ کر ان کے مختلف مضامین سے مستفید ہونا، نہ کہ خالی متشابہات کے پیچھے لگ کر ان کی من مانی تاویلات کرنا جس سے فتنہ و گمراہی کی راہیں کھلتی ہیں، ان سب بنیادی اور اہم اصولوں کو بیان فرمایا تھا کیونکہ ان کو نہ سمجھنے سے ہی عیسائیت اور عیسائیوں کو ٹھوکر لگی اور وہ گمراہی میں اتنا دور نکل گئے کہ ولا الضآلین کا نمونہ ٹھہرے۔ اس میں مسلمانوں کو بھی تنبیہہ تھی کہ تم نے کبھی محکمٰت اور متشابہات کے بارہ میں ٹھوکر نہ کھانا۔ آخر میں عام تنبیہہ تھی کہ روزِ قیامت جب سب اگلے پچھلے اکٹھے کئے جائیں گے تو ایمانیات اور اعتقادات کی بھی جوابدہی ہو گی۔ اس لئے جو اپنا دل چاہے ایمان یا اعتقاد بنا لینا اور نہ صرف خود گمراہ ہو جانا بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرنا جس طرح کہ عیسائی کرتے رہے اور اب بھی کر رہے ہیں (اور چونکہ ایمانیات پر اس دنیا میں پکڑ نہیں) تو بے فکر ہو کر دیدہ دلیر ہو جانا یہ ٹھیک نہیں۔

مگر عیسائی اقوام کا اس زمانہ میں آن کر خدا پر سے اور یوم حساب پر سے ایمان اُٹھ گیا ہے اور جن مذہبی لوگوں (عیسائیوں میں سے) کا ایمان ہے بھی تو کفارہ کے غلط عقیدہ نے انہیں بے فکر کر رکھا ہے کہ مسیح کے کفارہ پہ ایمان لانا ہی نجات کے لئے کافی ہے اور بہرحال مسیح کی شفاعت ان کو یومِ حساب بچا لے گی۔ اور اس لئے مؤاخذہ اور محاسبہ سے بے فکر ہو کر یہ لوگ دنیا میں اپنی دولت اور کثرت کے بل بوتے پر جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

تو کیوں نہ انسان قربان جائے قرآنِ حکیم پر کہ آج کے رکوع کو شروع کیا اس آیت سے کہ "جو لوگ کافر ہیں اُن کے اموال اور ان کی اولاد اللہ کے بالمقابل کسی کام نہ آئیگی۔ اور یہی آگ کا ایندھن ہیں۔" انسان مال کماتا اور جمع کرتا ہے۔ اپنی اولاد کی خاطر۔ فرمایا کہ یہی دونوں اس جنگ کی آگ کا ایندھن بن جائیں گیں جو اللہ تعالیٰ ان عیسائی اقوام پر مسلط کرتا رہے گا۔ ان کی بداعمالیوں کی سزا کے طور پر جو وہ قیامت کی جوابدہی سے بے فکر ہو کر اس دنیا میں کرنے لگ جائیں گیں لفظ "آگ" کی تفسیر جنگ کی آگ میں نے نہیں قرآن کریم نے خود فرمائی جب کہا کلما اوقدوا نارًا للحرب اطفاھا اللّٰہ (المائدہ ۶۴)۔ "جب کبھی وہ لڑائی کے لئے آگ جلاتے ہیں تو اللہ اس کو بجھا دیتا ہے۔" اور اس کی تفسیر میں روح المعانی میں لکھا ہے کہ عرب میں دستور تھا کہ جب کبھی جنگ کا اعلان کرنا ہوتا تھا تو اونچی جگہ یا پہاڑی پہ آگ جلا دیا کرتے تھے۔ مگر عیسائی اقوام کے اوپر جو سزائیں آئی ہیں۔ دو عالمگیر جنگوں کی شکل میں تو اُن میں جو زمین اور آسمان سے آگ برسی ہے وہ دنیا نے کبھی دیکھی نہ تھی اور اب کبھی ایٹم اور ہائیڈروجن کے بم پھٹنے سے جو خوفناک آگیں زمین اور آسمان کو ایک کر دیں گی اُن سے الامان! الحفیظ!

تو یہ ہولناک جنگیں نہ ہو سکتی تھیں اگر عیسائی اقوام کے پاس مال و دولت نہ ہوتی۔ پرانے زمانہ میں ایک تلوار یا ایک تیر کمان سے جنگ ہو سکتی تھی مگر موجودہ زمانہ کے جنگی سامان اس قدر بے پناہ مہنگے ہیں کہ وہ قارون سے بڑھ کر خزانے مال و دولت کے جو مغربی اقوام کماتی ہیں انہی سے یہ جنگیں لڑی جا سکتی ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کے پاس

اپنا کچھ بھی نہیں اور وہ عیسائی اقوام کی دست نگر ہیں۔ اسی لئے عیسائی اقوام دلیر اور حاوی ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے آگے تمہارے جنگی ساز و سامان کچھ کام نہ آئیں گے۔ اور ان جنگوں میں جو اللہ تعالیٰ ان پر ایک دوسرے کے خلاف بھڑکائے گا عیسائیوں کے زیادہ تر نوجوان لڑکے ولڑکیاں (اولاد) بھرتی ہو کر ان آگوں میں بھسم ہو گئیں۔ یہ امر کہ یہ جنگیں اور آگیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے بطور سزا ہیں۔ دو کھلے نشانوں سے واضح ہے۔ اول تو قرآن مجید و احادیث کی پیشگوئیوں سے (بلکہ اس زمانہ کے مامور و مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے الہاموں سے بھی) اور دوسرے اس بات سے کہ یہ عیسائی اقوام بخوبی جانتی ہیں کہ جنگ کیا ہولناک آفت اور نقصان و تباہی لانے والی چیز ہے اور باوجود خائف ہونے کے اس سے بچنے کی اپنی انتہائی کوششوں کے جنگ میں خود ایک دوسرے کے خلاف لرزاں و ترساں "ہنکائی" جاتی ہیں۔

یہ سچ ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں لفظ کافر ہے نہ کہ عیسائی اور اس لئے یہ بھی یہ سچ ہے کہ جو لوگ بھی کافر ہوں اور اللہ تعالیٰ سے جنگ مول لیں وہ سب مراد ہیں۔ مثلاً کفارِ عرب نے جب تلوار سے اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنا چاہا تو وہ بھی اپنی جلائی ہوئی آگوں میں ہی جلنے لگے مگر چونکہ سورۃ آلِ عمران میں خاص طور پر ذکر عیسائی اقوام کا ہے اس لئے یہ آیت ان پر خاص طور پر چسپاں ہوتی ہے۔ اور ان کے مال و دولت اور اولادیں ان جنگوں کا ایندھن نہیں جیسا کہ قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال پہلے حیرت انگیز طریقہ پر فرما دیا تھا۔

اگلی آیت ہے کہ ان عیسائی اقوام کا حال فرعون کے لوگوں کا سا ہے بلکہ ان سے بھی پہلے لوگوں کا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے اسی دنیا میں پکڑا اور وہ سزا دی کہ وہ تاریخی اور عبرتناک سزائیں بن گئیں۔ اس آیت میں پہلے چند امور کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ پہلے تو یہاں "آل فرعون" فرمایا۔ عام طور پر غلط فہمی کی بناء پر اکثر لوگ "آل" کے معنے اولاد کے کرتے ہیں۔ فرعون (رعمسیس ثانی) کی تو اولاد تھی ہی نہیں۔ اس لفظ آل کے صحیح اور پورے معنے یعنے فرعون کی قوم کے ہی کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح درود شریف میں بھی آلِ محمدؐ کے معنے حضورؐ کی امت ہے نہ کہ خالی سید صاحبان۔

دوسرے سوال یہ ہے کہ فرعون اور اس کی قوم سے کیوں مماثلت بتائی؟ فرعون اپنے زمانے میں سب سے بڑا بادشاہ تھا۔ پھر اس نے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنائے رکھا عرصہ دراز تک وہ ان کے لڑکوں کو مروا دیتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ بالآخر شہنشاہی، طاقت و حکومت اور غلبہ کا خمار اس کے دماغ کو ایسا چڑھا کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ آج تو عیسائی اقوام اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب میں مبتلا ہو چکی ہیں۔ مگر جب ان کو عروج نصیب ہوا آج سے کوئی تین سو سال پہلے تو ان کی کیا حالت تھی؟ ساری دنیا پہ چھا گئی تھیں اور کوئی ان کو چیلنج نہیں کر سکتا تھا۔ کہا جانے لگا کہ برٹش ایمپائر پر سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ نہ صرف خشکی پہ بلکہ سمندروں پر بھی اس کا غلبہ تھا۔ دنیا کا نقشہ برطانیہ کے سرخ رنگ کی وجہ سے تقریباً سرخ تھا۔

محکوم رعایا میں جو ذرہ مردانہ وار کھڑا ہو سکتا تھا تو یہ اس کو جیل خانوں میں بند کر کے ختم کر دیتے اور جو عورتوں کی طرح کمزور لوگ ہوتے اور ان سے کوئی خطرہ نہ ہوتا تو انہیں زندہ رہنے دیا جاتا، اور جو خوشامد اور عورتوں کی طرح خدمت کرتے ان کو خاں صاحب، راؤ صاحب اور دوسرے خطابات سے نوازا جاتا تھا۔ آج تو کھلم کھلا عیسائی اقوام دہریت کو پھیلاتی ہیں۔ خدا کی ہستی کا انکار کر کے یا یہ کہہ کر کہ خدا یا تو تھا ہی نہیں اور یا تھا تو اب (نعوذ باللہ) مر گیا ہے۔ اور اس سے قبل بھی خدا کی جگہ ان عیسائی اقوام نے خود لے لی۔ آخر خدا انسان سے کیا چاہتا ہے؟ یہی نہ کہ اس کی عاجزی سے فرمانبرداری کی جائے؟ سو عیسائی اقوام نے محکوم رعایا سے بھی یہی چاہا۔ اگر خدا چاہتا ہے کہ اس کے احکام کی پیروی کی جائے اور اس کے عذاب اور ثواب کا خیال کر کے لوگ عمل کریں تو عیسائی اقوام نے بھی اپنی محکوم رعایا سے یہی چاہا کہ ہماری عاجزی سے فرمانبرداری کرو اور ہماری خوشنودی یا ناراضگی کا خیال رکھو۔ جو ہم کہیں وہ کرو۔ ہم جس کو چاہیں سزا دیں جسکو چاہیں جزا دیں۔ ہم جس کو چاہیں رزق دیں جتنا چاہیں۔ ہم جس قوم کو چاہیں زندہ کریں یا موت کی حالت میں پر وار کریں۔ یہی خدائی اختیارات ہیں جو عیسائی اقوام نے محکوم رعایا سے منوانے چاہے۔ اس لئے فرعون سے مماثلت ان کی زبردست تھی۔

تیسری بات قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ایمانیات یا اعتقادات پر نہیں پکڑتا۔ اس کا فلسفہ میں لا اکراہ فی الدین (دین میں کوئی مجبوری منوانا نہیں ہے۔) کی تفسیر میں بیان کر آیا ہوں۔ اس لئے اگر کوئی شخص صرف حق کو قبول نہ کرے تو اس پر اس دنیا میں مواخذہ نہیں (آخرت میں ہے) مگر یہاں یعنے آج کی آیات میں جو الزام کافروں (خواہ وہ کفارِ مکہ ہوں یا عیسائی اقوام) پہ لگایا گیا ہے وہ انکار کرنے یا نہ قبول کرنے کا نہیں ہے بلکہ تکذیب یعنے حق کو جھٹلانے، اس کے خلاف پروپاگنڈہ کرنے کہ وہ باطل ہے تاکہ اور لوگ بھی نہ مانیں۔ یا حق کو اور حق کے علمبرداروں کو ہلاک کرنے کی کوشش کرنا جیسے کہ کفار مکہ نے تلوار سے یا اس زمانہ میں عیسائی اقوام نے اسلام پہ اور بانی اسلام پہ جھوٹے اعتراضات کر کے یا کردار کشی CHARACTER ASSASINATION کر کے کرنی چاہی۔ تو یہ بڑا سنگین جرم ہے۔ اور یہ اس دنیا میں بھی قابلِ مواخذہ ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ حق اور حق کے علمبرداروں کو ہلاک کرنے کی کوشش پہ مجرموں کو سزا نہ دے یا ان کے غلبہ کو نہ توڑ دے (جو لفظ "ہلاک" کے عربی میں اولین معنے ہیں) یا انہیں ہلاک بمعنی مارنے کے نہ کرے تو پھر حق اور حق کے علمبردار ہلاک ہو جائیں، جو اللہ تعالیٰ کس طرح ہونے دے سکتا ہے۔ تو تکذیب کے علاوہ اور بھی بداعمالیاں کفارِ مکہ میں تھیں، اور آج یورپ اور امریکہ میں کھلی بدیاں اور سیاہ کاریاں جو ہو رہی ہیں وہ قابلِ مواخذہ ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ،

اخذ اللہ بذنوبھم

یعنے اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے اسی دنیا میں ان کو پکڑا اور

فرمایا کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ دیر گیرد سخت گیرد۔ اس کی سزا کتنی سخت ہوتی ہے یہ اسی سے پوچھیئے جو اس میں مبتلا رہا ہو۔

اگلی آیت ہے کہ "جو لوگ کافر ہیں ان سے کہہ دے کہ تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے"۔

عربی میں "س" اور "سوف" مستقبل قریب کے لئے آتے ہیں جیسے یہاں ستغلبون میں ہے اور اس کے معنی اسی دنیا میں اس واقعہ کے ہونے کے ہوتے ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو کفار عرب کو اور اس زمانہ میں عیسائی اقوام کو جو غلبہ نصیب تھا اس میں کوئی خیال کر سکتا تھا کہ کتنی جلدی یہ اپنا غلبہ کھو بیٹھے گی۔ لفظ تحشرون کے معنی "جائے قرار سے نکال کر جنگ کی طرف لے جانا ہے"۔ عیسائی اقوام کا جہاں بالکل کوئی واسطہ نہیں تھا وہاں قدرت ان کو ہانک کر لے گئی اور انہیں خونخوار جنگیں لڑنی پڑیں مثلاً شمالی افریقہ کوریا یا ویت نام میں بئس المہاد یعنے برا بچھونا جس میں وہ بے بس لٹائے گئے ہیں یہ ہے کہ جب گرما گرم جنگ نہ بھی ہو رہی ہو تو سرد جنگ یا مالی اور دوسرے مصائب ہر آن ان پر مسلط ہیں۔

آج کی آخری آیت میں جس جنگ کو بطور نشان کہا وہ جنگ بدر تھی۔ نہ صرف قرآن شریف میں اس کی پیشگوئی تھی کہ سیھزم الجمع و یولون الدبر (القمر ۵۴-۴۵) "یہ جمعیت شکست کھائے گی اور یہ پیٹھ پھیر دیں گے"۔ بلکہ بائیبل میں یسعیاہ نبی کی کتاب میں "عرب کی بابت الہامی کلام" کے عنوان سے صاف پیشگوئی ہے کہ رسول اللہ صلعم کی ہجرت کے ایک سال بعد جنگ ہو کر قریش کی طاقت کم ہو جائے گی۔ (۲۱-۱۳ تا ۱۷) جو کتاب کہ عیسائی پڑھتے ہیں جس طرح جنگ بدر میں معجزہ نمائی ہوئی اور اگر ایک طرف کفار کا لشکر جرار سر سے پیر تک ہتھیاروں سے مسلح تھا تو سامنے مسلمان بچے بوڑھے ملا کر ۳۱۳ تھے اور ہتھیاروں کا وہ فقدان تھا کہ تلواریں جو ہونی کم سے کم ہتھیار اس زمانہ میں تھیں وہ بھی پوری نہ تھیں۔ اسی طرح اس زمانہ میں ایک طرف عیسائی پادریوں کا ٹڈی دل تھا اور عیسائی حکومتوں کی تمام طاقت ان کی پشت پر تھی تو سامنے مٹھی بھر احمدی جو کوئی دنیاوی ساز و سامان نہ رکھتے تھے، مگر اللہ تعالےٰ کی نصرت شامل حال تھی تو دشمن کو شکست فاش ہوئی۔ اس میں واقعی "بصیرت رکھنے والوں کے لئے عبرت ہے۔ بصیرت قلب کی آنکھ سے دیکھنے کو کہتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

***

ایک ضروری تصحیح

ایک مضمون کہ "موجودہ عالمی حالات ایک بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہیں"، مندرجہ پیغام صلح ۱۸/۲۴ صفحہ ۵ تا ۷، میں مضمون ۱۹۷۹ء کا ہے جو سہو کتابت سے ۲۰۰۷ء لکھا گیا ہے۔ قارئین کرام تصحیح فرمالیں۔ ادارہ اس غلطی پر معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

عزیز کشمیری کے رخصت ہونے پر

عزیز کاشمیری ایڈیٹر روزنامہ روشنی سرینگر جلسہ سالانہ کے دنوں میں چند دن کے لئے مرکز میں تشریف لائے تھے۔ ان کی آمد سے متاثر ہو کر یہ چند شعر موزوں ہو گئے۔ ابن محمد اعظم علوی مرحوم

اے دوست جس سے روح کی دنیا مہک گئی
جنت سے لائے بھائی عزیز الفتوں کا ہار

لیکن یہ بزم چشم زدن میں ہوئی تمام
مانند بوئے گل ہوا رخصت میرا قرار

آنے کے ساتھ جانے کا دھڑکا ضرور ہے
ہر صبح جیسے شام کا کرتی ہے انتظار

وہ چند روز ان کی جو شفقت ہوئی نصیب
تڑپا رہی ہے قلب حزیں کو ھزار بار

راہ وطن کے کانٹے بنے راحتوں کے پھول
چھونے نہ پائے تیرے جوانوں کو کوئی خار

ارشد کی رب جل و علیٰ سے ہے التجا
یہ گلستان ملت بیضا ہو پر بہار

اخبار احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں احباب جماعت اس مہبط برکات سماوی وجود مسعود کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

قرارداد تعزیت

مکرم ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی وفات حسرت آیات پر جماعت فیصل آباد کے ایک ہنگامی اجلاس میں تعزیتی قرارداد منظور ہوئی کہ مرحوم و مغفور جماعت کا ایک قیمتی سرمایہ تھے۔ قرآن و حدیث پر گہری نظر رکھتے تھے جلسہ سالانہ میں آپکی تقریر بڑی مدلل اور اثر انگیز تھی۔ کیا علم تھا کہ اپنی اس شاندار تقریر کے صرف ایک ہفتہ بعد ہی چل بسیں گے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون"

(مرسلہ، ٹیپو مرزا)

"خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا تا کہ میں حلم اور خلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے راہ راست پر لوگوں کو چلاؤں"۔

حضرت مجدد صد چہار دہم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ

(منتخبہ از کتاب: صحیح بخاری)

* الاعمال بالنیات وانما لکل امرءٍ مانوی۔
اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر عمل کا اجر نیت کے مطابق ملے گا۔

* کن فی الدنیا کانک غریبٌ او عابر سبیلٍ
تو دنیا میں ایسا بن جا گویا تو پردیسی ہے یا رہ گذر مسافر ہے

* التائب من الذنب کمن لاذنب لہ
گناہ سے توبہ کرنیوالا شخص ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

* خیرکم من تعلم القرآن و علمہ
تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور سکھاتا ہے۔

* المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ
مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں

* من قتل دون مالہٖ فھو شھید
جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہو جائے وہ بھی شہید ہوتا ہے۔

* استوصوا بالنساءِ خیرًا
عورتوں سے نیک سلوک کرنے کے متعلق میری نصیحت یاد رکھو۔

* الید العلیا خیرٌ من الید السفلیٰ
اوپر والا ہاتھ یعنی دینے والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ یعنی لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے یعنی لینے والے نہیں بلکہ دینے والے بنو۔

* کلکم راعٍ و کلکم مسئول عن رعیتہٖ
تم میں سے ہر شخص ایک حاکم کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر ایک کو اپنے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائیگا۔

* ما زال جبریل یوصینی بالجار حتیٰ ظننتُ انہٗ سیورثہٗ
جبریل مجھے بار بار ہمسایہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے یہاں تک کہ مجھے خیال آتا ہے کہ شاید وہ اسے وارث ہی قرار دے گا۔

* ان من خیارکم احسنکم اخلاقًا
تم میں سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ اخلاق والا ہے۔

* دع ما یریبک الیٰ ما لا یریبکْ
جو بات تیرے دل میں اضطراب پیدا کرے اسکو چھوڑ دے اور جو تجھے مضطرب نہ کرے اور اس کے بارے میں تجھے اطمینان ہو اسے اختیار کر لے۔

* اتقوا النار ولو بشق تمرۃٍ۔
صدقہ دے کر آگ سے بچو خواہ کھجور کا ایک آدھ حصہ ہی دینے کی توفیق ہو۔

* من یرد اللہ بہٖ خیرًا یفقھہ فی الدین
جس شخص کو اللہ تعالیٰ بھلائی اور ترقی دینا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ دے دیتا ہے۔

* من لا یرحم لا یرحم
جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

* من بنیٰ مسجدًا یبتغی بہ وجہ اللہ بنی اللہ لہٗ مثلہ فی الجنۃ
جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ویسا ہی گھر بنائے گا۔

* مطل الغنی ظلم
استطاعت رکھنے والے کا جبکہ سب کچھ موجود بھی ہو قرض ادا نہ کرنا اور ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

* الصبر عند الصدمۃ الاولیٰ
اصل صبر تو صدمہ کے آغاز میں ہی ہوتا ہے۔ ورنہ آخر کار تو سب ہی رو دھو کر صبر کر لیتے ہیں۔

* لا یؤمن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہٖ
تم میں سے کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

* لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاثۃ ایّام۔
کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے اور اس سے قطع تعلق رکھے۔

* انّ خیارکم احسنکم قضاءً۔
تم میں سے اچھے وہی لوگ ہیں جو قرض کی ادائیگی عمدگی سے اور اچھے طریقے سے کرتے ہیں۔

* انصر اخاک ظالمًا او مظلومًا
اپنے بھائی کی مدد کر ناخواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

* اتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم۔
اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔

****

ملک ظفر اللہ خاں صاحب راولپنڈی

بعثتِ مجددین ۔ خلفاءِ محمدیؐ

مجددین کی بعثت پر قرآن و حدیث کی شہادت

قرآن کریم میں بطور سنت اللہ یوں ارشاد الٰہی مذکور ہے کہ فطال علیھم الامد فقست قلوبھم ؕ وکثیر منھم فسقون اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا ؕ قد بیّنّا لکم الاٰیات لعلکم تعقلون ہ الحدید

ترجمہ :۔ " جب ایک لمبی مدت گزر جاتی ہے تو دلوں میں سختی آجاتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ کثرت سے نافرمان ہو جاتے ہیں۔ جان رکھو کہ بے شک اللہ زمین کو مرے پیچھے زندہ کیا کرتا ہے ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو "

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنا قانون بیان فرمایا ہے کہ کسی روحانی مقتدا کی وفات کے بعد جب ایک لمبی مدت گذر جاتی ہے تو لوگوں کے دل سخت ہو جاتے ہیں اور ان میں خدا سے غفلت اور فسق و فجور پھیل جاتا ہے اور مذہب سے بیگانگی پیدا ہو جاتی ہے تب خدا اپنی قدیم سنت کے مطابق زمین کو اس کے مرے پیچھے زندہ کرتا ہے یعنی کسی نئے روحانی انسان کے ذریعہ ان روحانی مُردوں کو زندگی بخشتا ہے ۔ چنانچہ اسی سنت اللہ کے مطابق ہمیں حضرت محمد رسول اللہ صلعم سے قبل اس احیائے روحانی کے لئے انبیاءؑ کا ایک سلسلہ نظر آتا ہے جن کے ذریعہ قلوب کی مُردہ زمین زندہ ہوا کرتی ہے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے پر چونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے جو ہدایت نوع انسان کو خدا کی طرف سے ملنی مقدر تھی وہ اپنی تکمیل کو پہنچ چکی اس لئے نبیوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا ۔ مگر خدا کا قانون برابر اسی طرح قائم ہے کہ ایک لمبے عرصے کے بعد دلوں کی زمین سخت اور مردہ ہو جاتی ہے ۔ اور خدا سے غفلت اور فسق و فجور پھیل جاتا ہے ۔

پس اس کے احیاء کے لئے روحانی لوگوں کا آنا اب بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح پہلے تھا ۔ پس آنحضرت صلعم کو یہ وعدہ دیا گیا کہ آپؐ کے دین کی تجدید اور تر و تازگی کے لئے اور روحانی مردوں کو زندہ کرنے کے لئے آپ کی امت میں سے ایسے لوگ وقتاً فوقتاً مبعوث ہوتے رہیں گے جو آپؐ کے علم و حکمت اور کمالاتِ باطنی کے وارث ہونگے اور آپؐ کے فیوضِ روحانی سے مستفید ہو کر آپؐ کے لائے ہوئے کامل و مکمل دین کی تجدید کریں گے ۔ یعنی الٰہی ہدایتوں کی طرف سے جو غفلت دلوں میں گھر کر جاتی ہے اُسے دور کریں گے اور ان تمام بدعات سے مذہب کو پاک کریں گے جو امتداد زمانہ سے دین میں مل جاتی ہیں اور مذاہب باطلہ کے حملوں سے اس کی حفاظت کریں گے اور ضروریات زمانہ کے مطابق دین حق کی تصدیق اور تائید اور اس کی اشاعت کریں گے ۔ قرآن کریم میں ان لوگوں کا نام خلفاء محمدی رکھا گیا ہے ۔ جیسا کہ سورۃ نور میں ارشاد ہوتا ہے :۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّالحات لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکّننّ لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدّلنّھم من بعد خوفھم امنا ؕ (الخ)

ترجمہ " اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک اعمال رکھتے ہیں کہ خدا انہیں ضرور ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا ۔ جیسا اُن لوگوں سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو جو انہیں پسندیدہ ہے مضبوط کر دیگا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا "

گویا ان خلفاء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دین کی تمکین کرتا اور ہر ایک قسم کے خوف سے انہیں امن بخشتا ہے ۔ حدیث شریف میں انہیں میں سے روحانی خلفاء کو مجددین کے نام سے پکارا گیا ہے ۔ جیسا کہ صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابوداؤد میں یہ حدیث وارد ہے کہ :۔

ان اللہ یبعث فی ھٰذہ الامۃ علیٰ رأس کل مأئۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا "

" کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس اُمت میں ہر صدی کے سر پر ایسا شخص مبعوث کرتا رہے گا جو دین کی تجدید کرتا رہے گا "

یہ حدیث اس آیت قرآنی کے بیان کردہ خدا کے غیر تبدیل سنت کے عین مطابق ہے جسے ابتداء میں نقل کیا گیا ہے کہ

فطال علیھم الامد فقست قلوبھم ؕ وکثیر منھم فسقون ہ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا الخ پس اللہ تعالیٰ کی اس سنت کے مطابق ضروری ہے کہ ہر صدی کے سر پر کوئی مجدد آوے ۔ کیونکہ امتداد زمانہ سے جو خرابیاں دین میں اور لوگوں کے عقائد و اعمال میں پیدا ہو جاتی ہیں ان کا علاج کرنے اور مردہ قلوب کو زندہ کرنے کے لئے خدا کی یہ سنت ہے کہ روحانی لوگ بھیجے جائیں ۔ ہاں اب نبی نہیں آسکتے کیونکہ نبوت کا کام ختم ہو گیا ۔ اس لئے اب جو آئیں گے وہ صرف مجدد کہلائیں گے کیونکہ احیاء قلوب اور تجدید دین ان کی ذات سے وابستہ ہوتا ہے ۔

حدیثِ مجدد کی صحت

اس حدیث مجدد کی تطبیق قرآن کریم سے ثابت کی گئی ہے اور مشاہدہ و تجربہ اور سنت اللہ کا تقاضا بھی اس کی تصدیق کرتا ہے ۔ گویا درایتاً یہ حدیث نہایت صحیح اور عین مطابق سنت اللہ و قرآن کریم ہے ۔ اب روایتاً بھی کچھ اس کے بارے میں عرض کر دینا ضروری ہے ۔ حدیث مجدد کے

متعلق امام سیوطی مرقاۃ الصعود میں لکھتے ہیں کہ حدیث کے حفاظ حدیث مجدد کی صحت پر اتفاق رکھتے ہیں۔ اور متقدمین جیسے حاکم اور بیہقی اور متاخرین جیسے ابوالفضل عراقی اور امام ابن حجر اس کی صحت کے قائل ہیں اور ابن عساکر نے بھی اس حدیث کی صحت کو تسلیم کر کے لکھا ہے کہ اس سے ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ثابت ہے

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں اور پھر تفہیمات الٰہیہ میں اس حدیث کی صحت کو قبول کیا ہے لیکن اتنا ہی نہیں امت محمدیہ میں ایسے مسلم برگزیدہ بزرگ گذرے ہیں جنہوں نے دعوائے مجددیت کر کے اس حدیث کی صحت پر مہر لگا دی ہے جن میں سے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اور حضرت شیخ احمد سرہندیؒ اور سید احمد صاحب بریلوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنہوں نے صریح لفظوں میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔

حضرت مجدد سرہندی اپنے مکتوبات میں اپنے متعلق فرماتے ہیں۔

ترجمہ: "یہ علوم انوار نبوت کے چراغ سے لئے گئے ہیں اور ان علوم و معارف کا مالک اس ہزار کا مجدد ہے اور جاننا چاہیئے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد گذرا ہے لیکن صدی کا مجدد اور ہے اور ہزار کا اور"

پس حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اگر چودہویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں کی بلکہ صدی کا سر اس بات کو چاہتا تھا کہ حدیث مجدد کے ماتحت کوئی مجدد اس صدی پر مبعوث ہوتا۔ علاوہ ازیں اس زمانہ میں بدعات اور فسق و فجور کا زور اور لوگوں کی مذہب سے بیگانگت اور غفلت کا انتہا پر پہنچ جانا اور اسلام پر طرح طرح کے خطرناک حملے اس بات کے متقاضی تھے کہ نہ صرف یہ کوئی مجدد مبعوث ہو بلکہ ایسا عظیم الشان مجدد مبعوث ہو جو بلحاظ علم و حکمت اور روحانیت کے بہت اعلیٰ پایہ رکھتا ہو تا تمام مذاہب باطلہ پر اسلام کو غالب کر کے دکھا سکے اور مسلمانوں کے مردہ قلوب کو زندہ کر سکے۔

محدث ہونیکا دعوی

اور نیز ضرور تھا کہ خدا اس سے ہمکلام ہوتا تا آجکل کے دہریوں اور الہام کے منکروں پر حجت تمام ہو۔ ایسے لوگوں کو جو نبی تو نہیں ہوتے مگر اللہ تعالیٰ ان سے مکالمہ و مخاطبہ کرتا ہے حدیث شریف میں محدث کہتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ لقد کان فیمن کان قبلکم رجال یکلمون من غیران یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد منھم فعمر

"بے شک ان لوگوں میں جو تم سے پہلے ہو گذرے ایسے لوگ بھی ہوا کرتے تھے جن سے خدا کلام کیا کرتا تھا حالانکہ وہ نبی نہیں ہوا کرتے تھے پس میری امت میں اگر کوئی ایسا شخص ہے تو وہ عمر ہے"

اسی طرح مسلم اور ترمذی اور ابو العلی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ قد کان یکون فی الامم قبلکم محدثون فان یکن فی امتی منھم احد فعمر کہ "بے شک تم سے پہلے امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں پس اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہے"

(دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۴۷)

ان دونوں حدیثوں کو ملا کر پڑھنے سے صاف نظر آتا ہے کہ نبیوں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ لوگوں سے ہمکلام ہوتا ہے اور ان کو اپنی وحی اور الہام سے مشرف فرماتا ہے اور ان کو محدث کہا جاتا ہے چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے جب مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تو ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ میں محدث بھی ہوں یعنی خدا مجھ سے کثرت سے ہمکلام ہوتا ہے اور ساتھ ہی مجدد کا کام بھی بتایا کہ وہ کیا ہوتا ہے۔ حاجی ولی اللہ صاحب کو خط لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"تجدید کے یہ معنی نہیں کہ کم یا زیادہ کیا جائے اس کا نام تو نسخ ہے بلکہ تجدید کے یہ معنی ہیں کہ جو عقائد حقہ میں فتور آ گیا ہے اور طرح طرح کے زوائد ان کے ساتھ لگ گئے ہیں یا جو اعمال صالحہ کے ادا کرنے میں سستی وقوع میں آ گئی ہے یا جو وصول اور سلوک الی اللہ کے طریق اور قواعد محفوظ نہیں رہے ان کو مجدداً تاکیداً بالاصل بیان کیا جائے۔ وقال اللہ تعالیٰ۔ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا۔ یعنی عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ دل مر جاتے ہیں اور محبت الٰہیہ دلوں سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور ذوق اور شوق اور حضور اور خضوع نمازوں میں نہیں رہتا اور اکثر لوگ رو بہ دنیا ہو جاتے ہیں اور علماء میں نفسانیت اور فقراء میں عجب اور پست ہمتی اور انواع و اقسام کی بدعات پیدا ہو جاتی ہیں تو ایسے زمانہ میں خدا تعالیٰ صاحب قوت قدسیہ پیدا کرتا ہے اور وہ حجۃ اللہ ہوتا ہے اور بہتوں کے دلوں کو خدا کی طرف کھینچتا ہے۔ اور بہتوں پر اتمام حجت کرتا ہے یہ وسوسہ بالکل نکما ہے کہ قرآن شریف اور احادیث موجود ہیں پھر مجدد کی کیا ضرورت یہ ان ہی لوگوں کے خیالات ہیں جنہوں نے کبھی غمخواری سے اپنے ایمان کی طرف نظر نہیں کی۔ اپنی حالت اسلامیہ کو نہیں جانچا اپنے یقین کا اندازہ معلوم نہیں کیا۔ بلکہ اتفاقاً مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو گئے۔ اور پھر رسم و عادت کے طور پر لا الہ الا اللہ کہتے رہے حقیقی یقین اور ایمان بجز صحبت صادقین میسر نہیں آتا۔ قرآن شریف تو اس وقت بھی ہو گا جب قیامت آئے گی مگر وہ صدیق لوگ نہیں ہونگے جو قرآن شریف کو سمجھتے تھے اور اپنی قوت قدسی سے مستعدین پر اس کا اثر ڈال لیتے تھے۔۔۔۔

لا یمسہ الا المطھرین

پس قیامت کے وجود کا مانع صرف صدیقوں کا وجود ہے۔ قرآن شریف خدا کی روحانی کتاب ہے اور صدیقوں کا وجود خدا کی ایک مجسم کتاب ہے جب تک یہ دونوں نمایاں انوار ایمانی ظاہر نہیں ہوتے تب تک انسان خدا تک نہیں پہنچتا" فتدبروا وتفکروا۔

* * * *

آپ کے عطیات کا بہترین مصرف

مولانا محمد علی میموریل ڈسپنسری

جو کہ انسانیت کی خدمت اور حصول ثواب کا بہترین ذریعہ ہے۔
اپنے عطیات بھجوانا نہ بھولیں۔

پتہ:۔ (چوہدری) ریاض احمد صدر مقامی جماعت احمدیہ، دارالسلام
۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، لندن

جماعتِ احمدیہ، اور احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

مسلمانوں میں فرقوں کے علاوہ جن کا باہمی اعتقادات یا بعض مسائل میں اختلاف ہے کئی ایک انجمنیں اور ادارے بھی قائم ہیں جو اپنی صوابدید کے مطابق کسی نظامِ عمل یا موقف پر کام کر رہے ہیں۔ جو مسلمانوں میں سے کسی انجمن یا ادارے کا رکن بن چکا ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اقرارِ اسلام کے علاوہ اس خاص انجمن یا ادارے کے قواعدِ نظم و نسق کا بھی اقرار کرے۔ مثلاً کوئی صاحب اگر انجمن حمایتِ اسلام کا رکن بننا پسند کرتے ہوں تو ان کے لئے نہ صرف اسلام کا اقرار کرنا ضروری ہوگا بلکہ انجمن حمایت اسلام کے قواعد و ضوابط اور نظام طریق کار کا بھی قائل ہونا پڑیگا۔ محض مسلمان ہونے کے باعث وہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ انجمن حمایتِ اسلام کا بھی رکن ہے۔ بعینہٖ جو شخص احمدیہ جماعت سے وابستہ ہونے کا اقرار کرتا ہو وہ جب تک احمدیہ جماعتوں یا احمدیہ نظاموں میں سے کسی ایک کے قواعد و ضوابط اور طریقِ نظامِ کار سے بھی بکلی متفق ہونے کا اقرار نہ کرے تب تک اُسے یہ دعویٰ کرنیکا اختیار نہیں کہ وہ کسی احمدیہ انجمن یا ادارے کا رکن ہے۔

لیکن حضرت مولانا صدر الدین صاحب مرحوم کی وفات کے بعد بالخصوص بعض لوگوں کو یہ دھوکا لگنے کا احتمال ہے کہ چونکہ اعتقادی رنگ میں وہ جماعت یا انجمن احمدیہ لاہور سے متفق ہیں اس لئے ان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے رکن ہونے کا دعویٰ کریں حالانکہ وہ خود اسبات کے بھی معترف ہیں کہ نہ تو وہ حضرت مولانا مرحوم کی وفات کے بعد جو انتخاب نئے امیر جماعت کا ہوا ہے اس سے متفق ہیں اور نہ ہی انجمن کے نظم و نسق کے طریق کار کے مطابق انجمن کی مجالس معتمدین و منتظمہ کے جو فیصلے ہوں ان کو وہ تسلیم کرتے اور ان کا اپنے آپ کو پابند قرار دیتے ہیں۔

کس قدر تعجب انگیز ہے کہ ایک شخص نہ تو موجودہ امیر جماعت لاہور کو امیر ماننے کا روادار ہو، نہ ہی وہ احمدیہ انجمن لاہور کے قاعدۂ نظم کو مانتا ہو کہ اسکے کثرتِ رائے سے فیصلے اسے منظور ہیں لیکن باوجود اس کے وہ اس امر پر مصر ہو کہ اُسے انجمن اپنا رکن تسلیم کرے۔ یہ موقف تو بالبداہت غلط اور دھوکا دینے کا موجب ہے۔ بات تو یکطرفہ ہی درست و صحیح قرار دی جا سکتی ہے یعنی اگر وہ چاہتا ہے کہ احمدیہ انجمن لاہور کا رکن کہلائے تو لازم ہے کہ وہ امیرِ جماعت کو اپنا امیر اور انجمن کے نظم و نسق کے قاعدہ کثرتِ رائے کے فیصلہ پر پابند ہونے کا اقرار کرے اور اگر اُسے مؤخر الذکر دو یا دونوں میں سے کوئی ایک شرط منظور نہیں تو وہ یہ دعوٰے نہ کرے کہ وہ احمدیہ انجمن لاہور کا رکن یا ممبر ہے۔ یہ دو متضاد امور ہیں ان میں سے ایک موقف ہی درست قرار دیا جائے گا۔

تجدیدِ بیعت کا معاملہ

اس غلط فہمی کا شکار بعض احباب اس لئے بھی ہو گئے کہ سنہ ۱۹۸۱ء میں نئے امیر جماعت کے انتخاب کو چند اصحاب ماننے کو تیار نہ ہوئے۔ نیز گذشتہ ۱۹۷۴ء کی مخالفت اور فتوائے تکفیر کا اعادہ پاکستان اسمبلی نے کیا تو اس سے بعض کمزور طبع احباب متاثر ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعض نے تو ان ایام میں احمدیت سے قطع تعلقی کا اعلان کر دیا اور بعض نے کسی اور رنگ میں کمزوری دکھلائی۔ مگر وہ جماعت کے کاموں میں کچھ نہ کچھ حصہ لیتے رہے۔

نئے امیر نے ان دو امور کو مدِنظر رکھ کر یہ مناسب خیال فرمایا کہ وہ جملہ احباب سے تجدید بیعت لیں تاکہ کسی کے معاملہ میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے چنانچہ گذشتہ جون و جولائی میں احباب جماعت لاہور کو تجدید بیعت کے لئے فارم بھیجے گئے۔ ایسے قریباً تمام افراد نے دستخط کر کے تجدید بیعت کر لی۔ لیکن چند احباب نے فارم دستخط کر کے نہیں بھیجے۔ ایسے اصحاب کا معاملہ گذشتہ مجلسِ معتمدین میں پیش ہو کر فیصلہ ہوا کہ جو اصحاب تجدید کرنا ضروری نہیں سمجھتے ان کو رکن مجالس بننے کا حق نہ ہوگا۔ چنانچہ اس کے مطابق عمل کیا گیا ہے لیکن بعض اصحاب اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کارروائی صحیح نہیں ہوئی۔ اور احمدیہ انجمن کی گذشتہ تاریخ و عمل کے یہ برخلاف ہے۔ مجھے ان سطور میں ان اصحاب سے یہ درخواست کرنا ہے کہ تجدید بیعت ناجائز کارروائی نہیں۔ نہ ہی یہ کارروائی احمدیہ انجمن لاہور کے بانیان کے مسلک کے خلاف ہے۔ حضرت مولانا محمد علی رح نے حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کی وفات پر حضرت خواجہ کمال الدین کی اس تجویز پر کہ حضرت مولانا نور الدین رح کو خلیفہ یا قائد جماعت بنا کر ان کے دستِ مبارک پر بیعت کی جائے پر یہ اعتراض کیا تھا جس کا ذکر حضرت مولانا نے اپنی کتاب "حقیقۃ اختلاف" میں یوں بیان کیا ہے کہ انہیں حضرت مولانا نور الدین کے خلیفہ ہونے پر کوئی اعتراض نہیں البتہ یہ اعتراض ہے کہ دوبارہ ہر احمدی کو خلیفہ وقت کی بیعت ضروری ہے۔ مگر جب حضرت خواجہ صاحب نے یہ کہا کہ بیعت انسب ہے تاکہ کوئی اختلاف نہ ہو تو حضرت مولانا محمد علی فرماتے ہیں کہ میں نے بھی بیعت کی بات کو تسلیم کر لیا۔ گویا آنجناب کے نزدیک بیعت ضروری نہ تھی تاہم جو کر لے وہ بھی کسی گناہ کے مرتکب نہ ہونگے۔

جناب میاں محمود احمد صاحب کی بیعت کیوں نہ کی؟

اب یہ سوال سامنے آتا ہے کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے حضرت مولانا نور الدین کی وفات پر جناب میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے کیوں انکار کیا؟ اس بارہ میں بھی حضرت مولانا صاحب کا اپنا بیان کردہ موقف یہ تھا کہ اب ہم بیعت اس لئے نہ کر سکتے تھے کہ جناب میاں صاحب ۱۹۱۱ء یعنی اختلاف سے تین سال قبل جملہ غیر احمدیوں کی تکفیر کا عام اعلان کر چکے تھے۔ یہ بات حضرت مولانا نے انتخاب سے قبل میاں صاحب سے فرمادی تھی کہ آپکا یہ اصرار کہ نئے خلیفہ کی بیعت ضروری ہے تا جماعت میں وحدت برقرار رہے اسلئے ناممکن ہو گئی ہے کہ آپ تکفیرِ مسلمانان کے مرتکب ہوتے ہیں اور یہ امر خلاف شریعت ہونے کی وجہ سے

جالینوس کے قلم سے:

قرآن کا نفسِ انسانی

؎ نفس کو مار کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا یہ سامانِ دمار
جس نے نفسِ دوں کو ہمت کرکے زیر پا کیا
چیز کیا ہیں اسکے آگے رستم و اسفندیار

* قرآن کریم میں نفسِ انسانی کی بہت شانیں بیان کی گئی ہیں۔ وہی نفسِ انسانی کبھی کبر وطرد اور نخوت و تکبر میں اس قدر آگے بڑھ جاتا ہے کہ وہ بہت سے جھوٹے سہارے اور آسرے تلاش کرتے ہوئے حق و صداقت کے خلاف نبرد آزما ہو جاتا ہے۔ وہی نفسِ انسانی دین کی حلاوت اور اُخروی زندگی کے متعلق خدائی وعدوں کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے دنیا میں اس حد تک غرق ہو جاتا ہے کہ اس کا اوڑھنا، بچھونا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ سونا۔ جاگنا۔ چلنا پھرنا سب کچھ دنیا کے لئے ہو جاتا ہے اور دین اور خدائی وعدوں سے مکمل انحراف کرتا ہے۔ دوسری طرف وہی نفسِ انسانی جب صداقت کا سورج طلوع ہوتے ہوئے دیکھتا ہے تو حق اور صداقت کا ساتھ دیتے ہوئے اپنا سب کچھ خدا کے راستہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اور اس کا ہر لمحہ اس کی ہر گھڑی محض خدا کی رضا کے لئے خرچ ہونے لگ جاتی ہے اور تقوٰی اور نیکی کا کوئی موقعہ وہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا اور اثم اور عدوان کا خالص دشمن بن جاتا ہے۔ اور اس راہ میں جو مصائب اور تکالیف اور صعوبتیں اور آزار آتے ہیں انہیں محض خدا اور اس کے دین کے لئے بشاشتِ قلبی کے ساتھ برداشت کرتا ہے اور زبان پر کبھی شکوہ شکایت کے کلمات نہیں لاتا۔ خدا کے راستہ میں اسے اپنا جان مال۔ اولاد۔ عزت۔ شان و شوکت اور جاہ و حشمت قربان کر دینے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے وہ ہر گھڑی لبیک کہتے ہوئے اپنا سب کچھ دین کے لئے فدا کرنے کا جذبہ رکھتا ہے۔

* لہٰذا ہم نفس کو محض بُرے معنوں میں نہیں لے سکتے مگر یہ ضرور ہے کہ نفس کی مثال ایک ایسے منہ زور گھوڑے کی مانند ہے جو سرکشی دکھاتا ہے اور اس پر سوار ہونے والے کی شان پر منحصر ہے کہ وہ کس طرح اس کو اپنے قابو میں رکھ کر بدی اور بُرائی کے راستوں سے بچاتا ہوا تقوٰی اور نیکی اور رضائے الٰہی کی راہوں پر چلاتا چلا جاتا ہے۔ اور جس نے خدا کی ودیعت کردہ طاقتوں کے ذریعہ اس پر مکمل قابو پا لیا تو وہ یقیناً تباہی اور گمراہی کی راہوں سے نجات پا جائے گا۔

* نفس سے اگر روح مراد لی جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ بدن ایک عارضی چیز ہے جسے ایک نہ ایک روز اپنا وقت پورا کرکے زوال پذیر ہونا ہے مگر نفسِ انسانی یعنی روحِ انسانی ایک مستقل اور پائیدار چیز ہے جسے موت نہیں ہے۔ اور جو اپنے اعمال، افعال، کردار، اور اخلاق کی خدا کے حضور جوابدہ ہے۔ اور جہاں جہاں قرآن کریم میں نفسِ انسانی سے مراد جسمِ انسانی لیا گیا ہے وہاں پر ذیلی مضمون میں ہی انسانی جسم مراد لیا گیا ہے۔ ورنہ انسان کی اس دُنیاوی زندگی میں اس قدر جسم کا کردار نہیں ہے جس قدر اس کی رُوح یا اس کے نفس کا ہے۔

اسے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ انسان سے اچھا فعل یا بُرا فعل جو سرزد ہوتا ہے وہ اس کی روح اور نفس کے حکم سے ہوتا ہے۔ اسی لئے جسم خدا کے حضور جوابدہ نہیں ہے۔ وہ تو اس دنیا میں ہی ختم ہو جاتا ہے۔ خدا کے حضور روح ہی پیش ہو کر ان اعمال کی جوابدہ ہوگی جو وہ جسم سے سرزد کرواتی رہی تھی۔

قرآن کریم میں نفسِ انسانی کو تین بڑی قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جو یوں ہے۔

۱۔ نفسِ امّارہ

اس سے مراد وہ نفسِ انسانی ہے جو اپنے جسم کو غلط راہوں پر چلنے پر اُکساتا رہتا ہے۔ اور وہ حق کی مخالفت میں مختلف قسم کے داؤ پیچ لگاتا رہتا ہے۔ اسے قرآن کریم میں یوں بیان فرمایا ہے:۔

"میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دے سکتا کہ نفس تو بعض دفعہ بُرائی کی طرف بھی راہنمائی کر دیتا ہے۔" (سُورۃ یوسف ۵۳)

۲۔ نفسِ لوّامہ

یہ دوسری قسم کا نفس ہے جو غلط راہ اختیار کرنے پر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔ اور شرمندگی اور پشیمانی محسوس کرتا ہے۔ اُسے قرآن کریم میں اس مقام پر ذکر کیا گیا ہے۔

"اور نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو ملامت کرنیوالا ہے"۔ (سُورۃ القیامۃ ۲)

۳۔ نفسِ مُطمئنہ

تیسری قسم کا یہ نفس بلند مدارج کا حصول یافتہ نفس ہے جسے خدا کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرنے پر اور تمام عمر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے نتیجہ میں اطمینان اور سکون نصیب ہو جاتا ہے۔ اسے یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

"اے نفسِ مطمئنہ لوٹ جا اپنے رب کی طرف اس حالت میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہو" (سُورۃ الفجر ۲۸)

ذیل میں قارئینِ کرام کے لئے چند مقامات کا ذکر قرآن کریم سے کیا جاتا ہے کہ کلامِ الٰہی میں نفسِ انسانی کن کن معانی میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ جسمِ انسانی سے نفس کا خارج ہو جانا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے قانونِ قدرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جسمِ انسانی سے رُوح یعنی نفس کو دو مواقع پر خارج کیا جاتا ہے۔ ایک عارضی طور پر ایک مستقل طور پر۔ جب عارضی طور پر اس جسم کو رُوح سے محروم کیا جاتا

ہے تو اس کے بعد وہ نفس واپس عطا کر دیا جاتا ہے مگر جب مستقل طور پر جسم اور روح کی جدائی ہو جائے تو قانونِ خداوندی یہی ہے کہ وہ روح اس دنیا میں واپس نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نفس کو واپس لے لیتا ہے موت کے وقت اور اگر موت نہ آئی ہو تو سوتے وقت بھی واپس لے لیتا ہے اور جس پر موت آ جائے تو اس نفس کو تو اپنے پاس روک رکھتا ہے اور دوسری صورت میں (یعنی نیند کے بعد) کچھ مدت کے لئے واپس بھیج دیتا ہے۔"

(سورۃ الزمر ۴۲)

۲۔ خواہشاتِ بد سے نفس کو محفوظ رکھنا۔

حصولِ جنت کے جہاں اور بہت سے ذرائع قرآن کریم میں بیان فرمائے گئے ہیں وہاں نفس انسانی پر مکمل کنٹرول اور بُری خواہشات سے اُسے بچائے رکھنا اور اسے راہِ راست پر چلائے رکھنا بھی مومن اور سچے مسلمان کی ایک شان بیان کی گئی ہے۔ اور جو انسان اس طریق پر اپنی زندگی کو بُری راہوں سے بچائے رکھے گا وہ یقیناً جنت کا وارث ہوگا۔ فرمایا ہے:

"اور جو شخص اپنے رب کے مقام سے ڈرتا رہے گا اور نفس کو بُری خواہشات سے روکے رکھے گا تو اس کا ٹھکانہ جنت میں ہوگا۔"

(سورۃ عبس ۴۱)

ایسے ہی خدا کے مقام سے ہر لمحہ خوف زدہ رہتے ہوئے اس کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھانے والوں کو دو جنتوں کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور فرمایا:

"اور جو اپنے رب کے مقام سے ڈرتا رہے گا اس کے لئے دو جنتیں ہوں گی۔"

(سورۃ الرحمٰن ۴۶)

۳۔ نفسِ انسانی کو موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے۔

اس امر کو خدا تعالیٰ نے دو رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ ایک تو یہ کہ موت خدا تعالیٰ کے حکم سے اس کے مقرر کردہ وقت پر آتی ہے جس کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہے۔ اور یہاں نفس کے لئے موت کا لفظ ذیلی طور پر لیا گیا ہے۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ موت بدن پر ہی آتی ہے نفس تو خدا کے حضور حاضر ہو کر جوابدہ ہوگا۔ فرمایا:

"اور کسی نفس پر موت نہیں آتی مگر خدا تعالیٰ کے اذن سے مقرر کردہ وقت پر ہوتا ہے۔" (آل عمران ۱۴۵)

گو یہ بات واضح ہے کہ موت انسانی بدن پر ہی وارد ہوتی ہے اور نفس پر کبھی موت نہیں آتی۔ تاہم قرآن کریم کی آیات سے یہ بات زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ نفسِ انسانی قیامت کے روز خدا تعالیٰ کے حضور اپنے اعمال کا جوابدہ ہوگا نہ کہ بدنِ انسانی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"۱:۔ اس روز آئے گا ہر نفس اپنے نفس سے جھگڑا کرتے ہوئے اور ہر نفس کو اپنے اعمال کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا۔ اور کسی قسم کی زیادتی روا نہ رکھی جائے گی۔" (سورۃ النحل ۱۱۱)

"۲:۔ اور تجھ کو کیا خبر کہ یوم الدین کیا ہے۔ پھر تجھ کو کیا پتہ ہے کہ یوم الدین کیا ہے۔ اس روز کوئی نفس دوسرے نفس کے کام نہ آئیگا اور اس روز محض خدا تعالیٰ کے فیصلے چلائے جائیں گے۔"

(سورۃ الانفطار ۱۹)

۳۔" اور ڈرو اس دن سے جس روز نہ بدلے میں دے سکے گا کوئی نفس کسی دوسرے نفس کے لئے اور اس نفس سے کسی قسم کا معاوضہ نہ قبول کیا جائے گا اور نہ ہی اسکو کسی دوسرے کی شفاعت کام آئے گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے۔"

(البقرۃ ۔۱۲۳)

* پہلے مرحلہ پر تو بیان فرمایا کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اس سے آگے یا پیچھے نہیں آسکتی یہ کسی کے اختیار میں نہیں ہے محض خدا تعالیٰ کے حکم اور اس کے اذن سے آتی ہے۔

* دوسرے مرحلہ میں یہ بیان فرمایا کہ اس قسم کا عقیدہ رکھنا کہ کوئی نفس انسانی موت سے قانونِ قدرت کے خلاف محفوظ رکھ لیا گیا ہے یا وہ اس کے اس قانون سے کسی وجہ سے محفوظ ہے یا رہے گا۔ یہ خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے۔ فرمایا:۔

"ہر کسی نفس کو موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہوگا۔"

(آلِ عمران - ۱۸۵)

یہاں پر بھی نفس پر موت وارد ہونے سے مراد جسم اور روح کا انقطاع ہے۔

۴۔ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں تمام نفوسِ انسانی برابر ہیں

اسلام نے ہر مقام پر یہ تعلیم دی ہے کہ تمام نسلِ آدم کا ایک ہی مقام ہے اور ہادیٔ اسلام علیہ السلام نے بھی یہی تعلیم دی ہے کہ کسی کو رنگ، نسل، مال اور اولاد کی وجہ سے دوسرے پر فضیلت نہیں ہے اگر فضیلت ہے تو اُسے جو خدا کی نگاہ میں متقی ہے۔ فرمایا:

"اور ہم نے تم کو خاندانوں اور قبائل میں تقسیم کیا ہے محض اس لئے کہ تم پہچانے جا سکو ورنہ تم میں سے معزز وہی ہے جو تقویٰ میں سب سے بڑھ کر ہے۔"

اس لئے بارہا انسان کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یاد رکھو کہ تم ایک ہی نفس سے پیدا کئے گئے ہو اور تمہارا باپ ایک ہے۔ فرمایا:

"اس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے۔"

(النساء ۱ ۔)

* اور اس نفسِ واحدہ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کو کہا گیا ہے۔ اس طریق پر وحدتِ نسلِ انسانی کا احساس دلا کر محبت، اخوت اور یگانگت کا سبق دیا گیا ہے۔ اور یہی وہ عالمگیر تعلیم ہے جس کی طرف سے آنکھیں بند کر کے ہم آج عرب و عجم اور مشرق و مغرب اور سیاہ و سفید کے فرق میں گرفتار ہو کر نسلِ آدم کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور خود اپنے ہاتھوں سے محض ان ظاہری تفریق کی وجہ سے اپنے ہی بھائیوں کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ (میرا اشارہ اس سے مشرقی اور سیاہ فام اقوام سے